بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

انّہٗ اوی القریۃ

الحکم

قادیان دار الامان

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر احمدی ٭

والله متم نوره ولو کره الکافرون

نمبر ۳۷ | مورخہ ۱۰-اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۸ رجب المرجب ۱۳۲۱ سنہ روز شنبہ | جلد

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

حضرت حجۃ اللہ جہلم میں
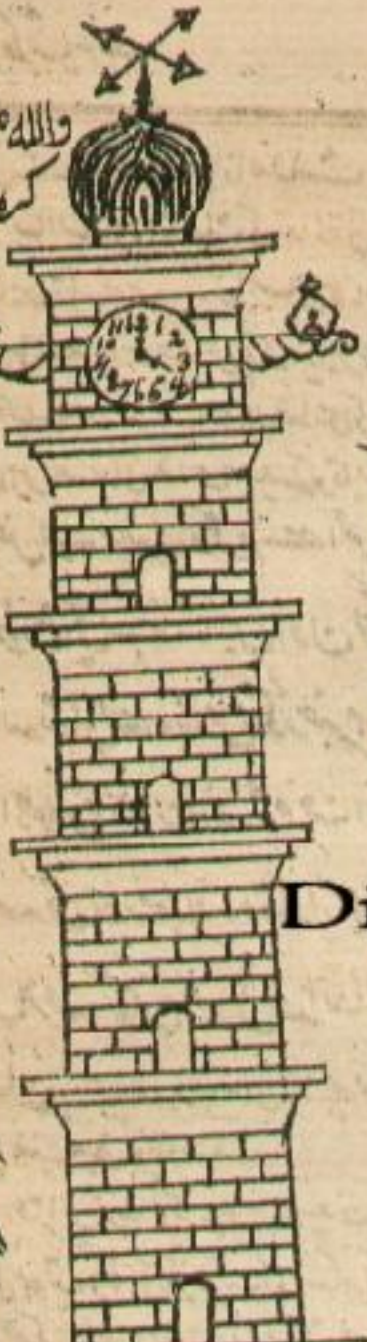
(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اسوقت وہ ادہار آگ ہی کی ہم شکل ہوجاتا ہے اسیطرح پر جب ایک راستباز بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور وفاداری کے اعلیٰ درجہ پر پہنچکر فنا فی اللہ ہوجاتا ہے اور کمال درجہ کی نیستی ظہور پاتی ہے اسوقت وہ ایک نمونہ خدا کا ہوتا ہے اور حقیقی طور پر وہ اسوقت کہلاتا ہے۔

انت منی

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو دعا سے ملتا ہے یاد رکھو دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے مومن کا کام ہے کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے اور اس استقلال اور صبر کے ساتھ دعا کرے کہ اس کو کمال کے درجہ پر پہنچاوے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور اسبات کی بھی پروا نہ کرے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا بلکہ

زنہار شد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہنچاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا اور تمہاری دعا قبول کرونگا حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ جبتک انسان پورے صدق و وفا کے ساتھ اور صبر اور استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر بڑی بیدلی اور عجلت سے چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں انکی دعا مثمر بہ ثمرات ہوجاوے حالانکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے اس نے ہر کام کے لئے اوقات مقرر فرمائے ہیں اور جسقدر کام دنیا میں ہوتے ہیں وہ تدریجی ہیں اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں جو چاہے سو کر دیوے اور ایک کن سے سب کچھ ہوجاتا ہے مگر دنیا میں اس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے۔ اس لئے دعا کرتے وقت آدمی کو اوس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھو دعا اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دعا کرے کیونکہ اس زبان میں وہ پورے طور پر اپنے خیالات اور حالات کا اظہار کر سکتا ہے اس زبان پر وہ قادر ہوتا ہے دعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جبتک اس میں روح نہ ہو کچھ نہیں اور روح کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اوس کے دل میں ہو اور یہ بات اوسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جبتک اپنی زبان میں انسان اپنے مطالب کو پیش نہ کرے۔ غرض دعا کے ساتھ صدق اور وفا کو طلب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت میں وفاداری کے ساتھ فنا ہو کر کامل نیستی کی صورت اختیار کرے۔ اس نیستی سے ایک ہستی پیدا ہوتی ہے۔ جس میں وہ اس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کہے کہ انت منی۔

اصل حقیقت انت منی کی تو یہ ہے اور عام طور پر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ہے۔ اب اس کے بعد ایک اور حصہ اس الہام کا ہے جو

وانا منک

ہے۔ پس اس کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچکر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کر چکا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے انت منی جو اوس کے قرب اور معرفت الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہ انسان خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عزت و عظمت اور جلال کے ظہور کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک مخفی اور زندہ ثبوت ہوتا ہے اس رنگ سے اور اس لحاظ سے گویا خدا تعالیٰ کا ظہور اس میں ہو کر ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ظہور کا ایک آئینہ ہوتا ہے اس حالت میں جب انکا وجود خدا نما آئینہ ہوا اللہ تعالیٰ

سے گوئی وسکنس برابر سرمن سنتے چلے آرہی ہیں لیکن ہنوز انھوں نے کوئی اخلاقی یا مذہبی ترقی نہیں کی۔ بخلاف اسکے انکی حالت روز بروز بہت بدتر ہی نظر آ رہی ہے۔ فرجی عدا اس وقت بلنسبت پچاس سال گذشتہ کے بہت زیادہ سنے جاتے ہیں چرچ کے بارہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکو چرچ (گرجا) سے بہت ہی کم تعلق ہوتا ہے۔ مسیح عیسی اور اسکے اصول ہندوستان میں بھی ایسے ہی بدنام ہیں جیسے کہ یورپ میں خدا کی ولدیت اور انسانوں کا شفیع ہونا جو کہ وہ سکھلاتا تھا اُسکے ہندوستان میں رہنے والے پیروؤں کے لیے مسخرہ سے زیادہ نہیں ہے ایک گورا پادری جو کہ ان اصولوں کا پرچار (وعظ) کرتا ہے ایک ہندوستانی عیسائی کو اپنے برابر ہرگز نہیں ملنے گا۔ اسطرح بہ ۴۰ لاکھ روپیہ جو کہ دینی محکمہ کے نام سے صرف کیا جاتا ہے سمندر میں پھینکنے سے زیادہ عمدہ طریق پر استعمال نہیں کیا جاتا ہے +

حضرت حکیم الامت کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر دوسرا جزو ایمان کا جس سے تکمیل ہوتی ہے شفقت علی خلق اللہ کہلاتا ہے مخلوق کی ہمدردی اور نوع انسان کی بھلائی کے لیے اپنے مال سے کچھ خرچ کرے سچ میں جھوٹ میں عسر میں یسر میں معصیت میں خوشی میں ہر حال میں قدم آگے بڑھانے کسی حال میں اللہ تعالے کی نافرمانی نہ ہو۔ اور یہ ساری باتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ صادقوں کا ساتھ دے۔ صادقوں کے ساتھ کے بغیر تقوی کی حقیقت کھلتی ہی نہیں دقائق تقوی کا پتہ ہی نہیں لگتا جب تک انسان صادقوں کی صحبت میں نہ رہے یہ ایک نہایت غلط خیال ہے جو انسان اپنے دل میں سمجھ لیتا ہے کہ میں نیکی کرتا ہوں مخلوق الٰہی پر شفقت بھی کرتا ہوں محب ملک اور قوم ہوں تہجد گذار ہوں اور یقین کے اعلی مقام پر کھڑا ہوں مجھے کسی صادق کی صحبت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس قسم کا خیال نفس کا دھوکا ہے جو گمراہی کیطرف لے جاتا ہے یہ ایک قسم کا برہمو ازم ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ یہ انکار کتاب اللہ نہیں تو کیا ہے؟ جب کہ

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

کی ہدایت کی گئی ہے پھر اس حکم کی ضرورت نہ سمجھنا اور عملی طور پر اسکو بیکار ٹھیرانا اس سے بڑھ کر کس قدر ظلم اور حماقت ہوگی؟ - اتقوا اللہ

جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعض حصص کا انکار کرتے ہیں خواہ علمی طور پر خواہ عملی وہ یاد رکھیں ان کی پاداش اور سزا بہت خطرناک ہے۔

خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اسی دنیا میں وہ ذلیل ہو جاینگے اور اب دنیا کی تاریخ کو پڑھ لو اور انبیا علیہم السلام کے معاملات پر غور کرو کہ جن لوگوں نے انکا ساتھ نہیں دیا بلکہ انکار کیا ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا وہ اسی دنیا میں ذلیل اور خوار ہوئے ہیں یا نہیں؟ جہاں تک تاریخ پتہ دیسکتی ہے یا آثار الصنادید سے پتہ مل سکتا ہے وہاں تک صاف نظر آئے گا کہ خدا تعالے کا یہ ارشاد صادق اور ثابت شدہ امر ہے۔

میں اس معیت صادق کو حصول نیکی اور حصول تقوی کے لیے ایک ضروری چیز سمجھتا ہوں بغیر اسکے حقیقی نیکی کو انسان سمجھ سکتا ہی نہیں اور رضاء الٰہی کے طریق اسکو معلوم ہی نہیں ہو سکتے ایک انسان اپنے جیسے انسان کی خواہ ... اسکی صحبت میں بھی رہے رضا مندی کے طریق کو بدوں اسکی اطلاع اور تفہیم کے جب معلوم نہیں کر سکتا تو پھر اللہ تعالے کی رضا کا علم اسکو کسطرح ہو سکتا ہے جب تک خود الہام الٰہی نہ ہو اور ہر شخص چونکہ اس استعداد اور قابلیت نہیں رکھتا اس لیے اللہ تعالے نے اپنے ہمیشہ سے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ وہ انبیا علیہم السلام کو بھیجتا ہے جو براہ راست مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ نوع انسان کو ان امور سے اطلاع دیتے ہیں جو خدا تعالی کی رضا کا ذریعہ ہوتے ہیں اور پھر ان آثار اور نتائج کو جو رضاء الٰہی کا ثمرہ کہلاتے ہیں وہ اپنے وجود میں دکھلاتے ہیں جس پر واقعی طور پر پتہ لگتا اور یقین بڑھتا ہے کہ ہاں یہی بات ہے جس سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے اور یہی حقیقی نیکی ہے اسی لیے میں نے بتایا ہے کہ نیکی کامل نیکی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالے کے فرمودہ کے موافق ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔

صادق کی صحبت اور راستبازوں کے ساتھ ہونیکی ضرورت

کا مضمون بڑا وسیع مضمون ہے اور اسکے بہت سے پہلو ولایر بحث کی جا سکتی ہے لیکن میں مختصر طور پر اس کے متعلق کہوں گا۔ قانون قدرت میں اس کے نظائر موجود ہیں خود انسانی جسم کی ساخت اور بناوٹ میں اسکے نمونے نظر آتے ہیں۔

قوموں کی عظمت و جبروت پر نظر کرو اور ان اسباب کی تحقیقات کرو جو انکی عظمت کا اصل باعث ہوتے ہیں انجام کار تمکو اس نتیجہ پر پہونچنا پڑیگا کہ وہ کسی راستباز کی معیت اور صحبت کا نتیجہ ہیں یہ امر الگ ہے کہ بعد میں اور اسباب بھی ان کے ساتھ مل گئے ہوں۔

میں ایک موٹی تمثیل کے ساتھ اس مضمون کو ذہن نشین کرتا ہوں پہاڑوں کیطرف نگاہ کرو۔ پہاڑ کا لفظ ہی انسان کے اندر ایک عظمت اور شوکت اسکے نام کی پیدا کرتا ہے۔ مگر اصل کیا ہے ذرات کا مجموعہ ہے اب اگر یہ ذرات پراگندہ اور منتشر حالت میں ہوتے تو کیا ہم انکا نام پہاڑ رکھ سکتے؟ ہرگز نہیں۔ یہی ذرات منتشر حالت میں بے شمار تعداد میں ٹیلوں میں موجود ہوتے ہیں کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ پہاڑ ہیں؟ کبھی نہیں۔ پس اگر یہ ذرات حالت منتشر میں ہوتے تو ٹیلوں سے زیادہ ان کی شوکت اور وقعت نہ ہوتی۔ اور وہ مفاد اور منافع جو اس ہیئت مجموعی میں جو پہاڑ کی ہے دنیا کو پہونچتے ہیں نہ پہونچ سکتے۔ حالت اجتماعی میں پہاڑ

چشمے نکلتے ہیں دریا بہتے ہیں ندیوں نالوں کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے۔ عجیب عجیب قسم کے میوے قسم قسم کی لکڑیاں اور دوائیوں کے سامان پہاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں یہانتک کہ بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی گرانقدر کانیں بھی نکلتی ہیں غرض ہر قسم کی راحت اور آسایش اور تمول کا سامان ایک طرح پر پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور بالمقابل انفرادی ذرات ٹیلوں کی بکھلو کر ریت اُڑتی ہے نہ پیداوار ہو سکتی ہے نہ کوئی درخت ہی پیدا ہوتا ہے نہ کچھ اور غرض ہر طرح سے بربادی بخش اور مہیب نظارہ ہے اس زمانہ میں (جو علوم کا زمانہ کہلاتا ہے اور ہر قسم کی ایجادیں اور ترقیاں ہو رہی ہیں) ان علوم مروجہ سے معلوم ہوا ہے کہ اجزا کے تفرق سے علیحدگی و کمزوری اور توافق سے تقویت پیدا ہوتی ہے۔ یہ تو جمادات کا نظارہ ہے جو ہمنے دکھایا ہے۔

اب نباتات کو لو۔ اس درخت کو دیکھو جو اس مسجد میں سامنے کھڑا ہے اسکی شاخیں جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں کیسی سبز اور خوش نما ہیں۔ ان کی ہر حالت اور ہر صورت خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس وقت جو غذا ان کو اس درخت کے تنے کے ذریعہ اور پھر اس کے بڑے تنے کے ذریعہ جن کے ساتھ ان کا پیوند ہے پہنچتی ہے وہ بہرحال حصہ رسدی سے پہنچتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے بھی وہ شاداب اور سرسبز ہیں۔ اب ان میں سے ایک شاخ کو کاٹ لو۔ اور اسکو عین بہار کے موسم میں کاٹ لو جبکہ خشک درخت بھی کوئی نہ کوئی پتہ نکال لیتے ہیں اور ایک بڑے تالاب میں اس شاخ کو رکھدو۔ اور نتیجہ کا انتظار کرو کیا ہوگا؟ وہ شاخ مرجھا جائیگی۔ خشک ہو جائے گی آخر سڑ جائے گی۔ اور تھوڑی دیر پہلے درخت کے ساتھ رہ کر انسانی زندگی کے لیے ایک نفع رساں اور راحت بخش ہوا کا ذریعہ تھی۔ وہی شاخ اس سے الگ ہو کر مضر صحت مواد پیدا کرنے کا ذریعہ ہو گئی۔ باوجودیکہ اسے پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر وہ اس کے لیے آب حیات کے بجائے زہر کا کام دے رہا ہے۔ اب اس کے ہرے بھرے رہنے اور مثمر ثمرات اور نفع رساں ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ کوئی نہیں لیکن وہی شاخ جب درخت کے ساتھ اس کا پیوند تھا کیسے ثمرات لاتی اور پھل پھول لا کر انسان کے لیے حیوانات کے لیے مفید اور نافع ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور عظیم شے کے ساتھ کا پیوند ہر ایک کے لیے مفید اور مثمر ثمرات ہونے کا باعث تھا اور وہ الگ ہو کر بھی کوئی مفید شے نہیں ہو سکتی۔

(باقی آئندہ)

میں کیونکر فرقۂ احمدیہ میں داخل ہو گیا

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

شاید اسکی جوابدہی پبلک میں میرے ذمہ ہو

قبل اس کے کہ میں اُن وجوہات کو بیان کروں کہ جن کے ذریعہ سے اُس قادر حی لایموت نے مجھے اپنے پاک اور بزرگ سلسلہ میں لے لیا اپنی سابقہ دنیوی و روحانی تعلیم کا نقشہ کھینچتا ہوں تاکہ اہل روزگار اس خاکسار کی بے بضاعتی پر خیال فرما کر میری اغلاط انشا پردازی سے چشم پوشی فرماویں اور میری روحانی تعلیم کو محض قدرتی اور وہبی خیال کریں اور نیز اس امر پر مطلع ہوں کہ کسطرح قادر ذوالجلال نے بلا تحریک غیرے ایک ادنی آدمی کو حق کیطرف کھینچ لیا۔

میں ایک قریہ موضع سٹرک دودھلی ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہوں میرے والد مرحوم نے جو ایک دنیا دار آدمی تھے بعد ختم قرآن شریف حسب دستور قدیم مجھے ایک اوستاد اہل تشیع سے شہر سہارنپور میں زبان فارسی کی اور تحریر خط نستعلیق کی ملا قاعدہ ایک ادنی درجہ کی تعلیم دلائی اور علم حساب کسیقدر خود سکھلایا بعدازاں سہارنپور کی تحصیلی اسکول میں مجھکو داخل کیا گیا جہاں پر میرا نام فرضی طور پر لکھا گیا چونکہ اُسمیں تمام مضامین کا امتحان زبان اردو میں دینا تھا اور فارسی کی قوت سے میں ہر مضمون کو جو زبان اُردو میں ہوتے تھے سمجھ سکتا تھا۔ پس میں نے کل مضامین ریاضی و تواریخ و جغرافیہ و علم طبیعات وغیرہ خود بمدد فارسی ذہن نشین کیے اُستاد کی خاص توجہ نہ ہوئی علم حساب کسور اعشاریہ تک بلا مدد کتاب فقط والد صاحب اور ایک اور شخص سے سیکھے بعدازاں حساب کے آئندہ تحقیق مسائل بمدد کتاب حل کیے میں نے حساب کو اس درجہ تک حل کیا کہ جہانتک علم حساب کی کتب سہارنپور میں دستیاب ہو سکیں اگرچہ امتحان مڈل کلاس ورنیکولر میں سائنس اینڈ لٹریچر صورہ میں اسکی ضرورت نہ تھی مگر طبیعت کی جولانی چین نہ دیتی تھی اسیطرح علم ہندسہ میں امتحان میں صرف تین مقالے اقلیدس کے شامل تھے مگر میں نے اس علم کے کل مقالے جو دستیاب ہو سکتے ہیں مع نتائج حل کیے اور اُستاد سے بجز مقالہ اول کے دو شکلوں ۲۶ و ۲۷ کے کوئی شکل نہیں پڑھی صرف بنظر امداد زبان فارسی عبارت کتاب سمجھتا اور کتابی حل کو ذہن نشین کرتا۔ غرضیکہ علم ہندسہ میں ایسا یدطولی پیدا کیا کہ میری ہم جماعت طالب علموں نے میرا نام اقلیدس ثانی رکھا جبر مقابلہ کا علم ہماری تعلیم میں نہ تھا مگر میں نے ٹوڈ ہنٹر صاحب کا ترجمہ الجبرا شمس العلما مولوی ذکاء اللہ کا حل اخیر تک کیا۔ اور صرف دو سال داخلہ مدرسہ کے اندر امتحان ورنیکولر میں درجہ اول کی سند حاصل کی اور ریاضی میں سب مضامین سے زیادہ نمبر پائے۔ بعد ازاں صرف چند مہینوں میں والد مرحوم نے مجھے امتحان پٹواری وہ کر پاس کرایا اور پھر نوکری کرنے پر مجبور کیا پس میری تعلیم دنیوی اسقدر تھی جو بیان کی گئی اور اس دنیوی تعلیم کے سلسلہ میں دینیات سے مجھے کچھ مس نہ تھا میری خواہش تھی کہ مجھکو آئندہ اور کسی قسم کی تعلیم ملے مگر والد صاحب کو قرضداری نے مجبور کیا چنانچہ میں نے نوکری اختیار کی شاید ناظرین خیال کریں کہ دنیوی تعلیم کی مشرح تصویر کیوں کھینچی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ میں دکھلانا چاہتا ہوں کہ فطرت نے مجھے ایک رسا نظر عطا کی تھی حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہی مضمون ریاضی جو سب مضامین میں سخت تر اور جسمیں ہمارے نئے مسلمان بھائی پیچھے رہتے ہیں اور جسکی فریاد ہمارے دنیوی رفارمروں نے یونیورسٹیوں کے نتائج سے اخذ کر کے کی ہے اُس میں قدرت نے مجھے ممتاز کیا کیا قدرت کا یہ فضل میرے حق میں ایک قدرتی نمائی فضل نہیں ہے کہ جسکا شکریہ میں ادا نہیں کر سکتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایام ملازمت میں ایک امام مسجد کی تحریک سے نماز شروع کی مگر چونکہ مسائل نماز سے واقف نہ تھا پس بازار سے فقہ حنفی کے چند رسالے مالا بدمنہ وغیرہ خریدے اور اُنکے مسائل

ذہن نشین کرنے کے بعد مجھکو شوق علم دین کیطرف ہوا جس میں بتدریج بڑے بڑے تراجم دینیات کو جو سہارنپور میں مل سکتے تھے مثل تفسیر قادری و مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ و ترجمہ شرح وقایہ و ترجمہ تاریخ واقدی و ترجمہ شرح عقائد نسفی وغیرہ خرید کر کے دیکھتا رہا ان کتابوں نے میری معلومات دینی یا روحانی کو وسعت بخشی مگر چونکہ یہ تمام تالیفات مقلدانہ شخصی یا غور کا نتیجہ تھیں و نیز پچھلے زمانوں کے مطابق تھیں انکی بعض مسائل اُس سائنس سے جو میں پڑھ چکا تھا مطابق نہ ہوسکے اور علاوہ اسکے اختلافات کا ایک انبار موجود تھا میرے پاس کوئی ایسا آلہ نہ تھا کہ جسکے ذریعہ انکی جانچ کرتا اُدھر سائنس کے مسائل قطعی الثبوت ہیں یہ حالت ایک تنزل کی حالت ہوئی اور یہ سورہ بقرہ و فاتحہ سے درماندہ نہ کرتا ہیں مجھے یہ تعلیم دیکھیں کہ طریق آخرت کے سالک کس طرح وہ عبادات ادا کرتے ہیں کہ جس سے منزل مقصود کو پہونچیں انکا جسم میں سمجھ نہ سکے کہ میں اسکو ایک قانون دینے سے موسوم کروں کوئی روحانیت نہ ملی خدا کے فضل سے انھیں ایام میں ایک مبسوط کتاب احیاء علوم الدین کا ترجمہ مجھے ملا جس کے پڑھنے سے ایک کامل خوشی ہوئی اور عبادات کی فلاسفی و باطنی شرطیں اور نیز سچا علم اخلاق مجھے اسکے ذریعہ سے حاصل ہوا میں سچ کہتا ہوں کہ سب تراجم سے زیادہ عزیز میں نے اسے رکھا۔

چونکہ وقتی ضرورت کے مطابق سائنس کے حملوں سے بچانے کا وہ بھی تسکین بخش نہ ہوئی لہذا میں نے نئی روشنی والوں کی کتابیں دیکھنی شروع کیں۔ اتفاق سے مجھکو مولوی نذیر احمد بجنوری حال مقیم دہلی کی سائر تصانیف ہاتھ لگ گئیں اور خیر ہے کہ سرسید کی تفسیر وغیرہ اُس موقعہ پہ مجھے نہ ملی ورنہ اس جیسے گرداب ضلالت سے مجھ جیسے بے بضاعت کو جانبر ہونا دشوار تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے رویاء صادقہ میں اچھے طور سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام بالکل عقل صحیح کے مطابق ہے اور قطعی طور سے فطرت کے مطابق ہے اور اُن غلط فہمیوں کا جو سرسید نے دعا و فرشتوں و جنت و دوزخ کی بابت تفسیر میں کی ہیں مجھ جیسوں کے واسطے کافی جواب دیا ہے اور بہت سے شبہات کو اُن کے ترجمہ قرآن نے میری خاطر سے محو کردیا۔ البتہ اُن کے لیکچروں کی خرافات نے جو اکثر انھوں نے انجمن حمایت الاسلام لاہور و نیز ایجوکیشنل کانفرنس و مدرسہ طبیہ دہلی کے سالانہ جلسوں میں دئے ہیں مجھکو عالم اسباب دنیاوی کا زیادہ گرویدہ بنادیا جس سے میری اس دینی حالت اور عبادت میں سستی پیدا ہوگئی جواب مجھے حاصل ہوئی ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا اور نہ یہ ہوا بلکہ ایکہزار روپیہ میرے ذمہ قرض ہوگیا جس کے ادا کرنیکی بظاہر کوئی سبیل میسر نہ آئی یہانتک میں نے وہ طریق چھوڑ دیا۔ قدرت کا یہ فعل میرے حق میں گو سزا کے طور پر تھا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ یہ وجہ رحمت بھی تھا کہ جس نے ہر ایک قسم کے بکھیڑوں سے آزاد ہو کر دارالامان کا راستہ لیا۔

ہاں جہاں پر مولوی نذیر احمد کے لیکچروں سے عالم اسباب کی طرف جھکا پر اُس سے یہ بات بھی حاصل ہوئی کہ مقلدانہ خیالات سے محققانہ خیالات کا پابند ہوگیا اور مجدد زمانہ کی جستجو کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی اور نیز مرزا حیرت کی جدید تصانیف پر جو انھوں نے محققانہ طریقہ پر ضرورت وقت کے مطابق کی ہیں میری نظر جاری ہوگئی غرضکہ مقلدانہ خیالات میری طبیعت سے یک لخت محو ہوگئے اور ان ظاہر بین علما کی جنکے خیالات سطحی ہیں میری نظر میں کچھ وقعت نہ رہی۔

اس قدر تمہید کے بعد اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ میں نے جو عنوان مضمون میں درج کیا ہے کہ میں کیوں فرقہ احمدی میں داخل ہوگیا یہ فقرہ بالکل مسٹر ویب الگزنڈر رسل ویب نو مسلم امریکہ کے اُس فقرہ کے مشابہ ہے جسکو اُنھوں نے اپنی کتاب موسومہ اسلام کا عنوان کیا ہے اور چونکہ مجھکو بھی اسلامی تعلیم اُسی طریقہ پر سکھلائی گئی جیسا کہ انھوں نے اپنی تعلیم مذہبی کا حال قلمبند کیا ہے اور نیز مجھے یہ بھی زبانی ایک شخص کے ظاہر ہوا ہے کہ وہ بھی حضرت اقدس کی تحریک اور تحریر سے اسلام میں آیا اور ابتک آپکا معتقد اور اسی طریق سے اس سلسلہ مبارکہ احمدیہ میں داخل ہے بس اب دو وجہ مشابہت کی ہوگئیں ہیں۔

میں اپنے بچپن کے زمانہ میں مردوں اور عورتوں سے سنا کرتا تھا کہ اب امام مہدی کا ظہور ہونیوالا ہے کیونکہ تیرھویں صدی ختم ہو رہی ہے بعد ازاں ایک نظم کی کتاب آثار محشر مجھے ملی کہ جس کے اندر صاف یہ نشان مع دیگر نشانوں کے درج تھا کہ مہدی کیوقت میں ماہ رمضان میں کسوف و خسوف ایک ہی مہینہ میں ہونگے۔ سو یہ واقعہ ۱۳۱۱ھ میں میں نے اور اور بہت لوگوں نے دیکھا اور نماز کسوف اور خسوف بھی پڑھی گئی سو اُسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ ضرور اب حضرت امام مہدی کا زمانہ ہے اور بہت قریب انکا ظہور ہونیوالا ہے اور غالباً عرصہ تین سال کا ہوا ہوگا کہ مجھکو ایک کتب فروش سے رسالہ تصدیق المثیل و نیز ایک ماہواری رسالہ الحق سیالکوٹ ہاتھ آیا اُس پرچہ میں کسوف و خسوف کا ماہ رمضان میں مقررہ تاریخوں پر ہونا اور حضرت اقدس کا خوشی منانا اور غالباً سو آدمیوں کو کھانا کھلانا اور خیرات کرنا درج تھا اور دیگر مضامین بھی تھے اور شروع میں قرآن کریم کی پیشگوئی

الم غلبت الروم فی ادنی الارض

الخ کی مفصل و مشرح تصویر کھینچی گئی ہے اور بعد ازاں حضرت اقدس کی کسی پیشگوئی کو اسپر منطبق کیا گیا ہے اگرچہ یہ مضامین حضرت اقدس کے قلم سے نکلے ہوئے نہ تھے مگر ہم انمیں حق کی چمک ہویدا تھی اور کسوف و خسوف کا واقعہ اسپر دوسری تیسری دلیل تھا مگر ساتھ ہی ایک رسالہ کسیکا تکذیب المثیل بھی ملا جس کے اندر وہی تحریفیں یا ظاہری معنی قرآن و حدیث کے لفظوں کے تھے مگر چونکہ میں علم عربی سے ناآشنا تھا اور کوئی کتاب حضرت اقدس کی مدلل مجھے نہ ملی لہذا خاموش ہوگیا۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں جب شیخ زین الدین صاحب و حافظ فہیم الدین صاحب تاجران کتب سہارنپور چند رسالے حضرت اقدس کے دارالامان سے لے گئے انھیں سے تحفہ گولڑویہ مع اور تین چھوٹے رسالوں کے مجھے ملگیا جسکے اندر ایک کافی ذخیرہ حضرت اقدس کے دعوی کے ثبوت کا ہے اور نیز مخالفین کے شبہات کا بھی مختصراً کافی جواب ہے یہیں وہ شبہات کہ سے دور ہوگئے میں نے حضرت کی تصنیف میں وہ نور حق کی چمک پائی کہ جو بغیر تائید یزدی ناممکن ہے۔ غرضکہ فوراً دیکھتے ہی بذریعہ عریضہ کے تصدیق کرلی مگر اسی وقت سے دلکو اشتیاق دیدار پُرانوار ہوگیا مگر دنیوی امورات مانع رہے۔

۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کو میں دارالامان کیطرف روانہ ہوا اور سارے راہ یہ دعا کرتا رہا کہ یا الٰہ العٰلمین ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ چنانچہ بفضل ایزد منان ۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو دارالامان میں داخل ہوا راستہ میں قادیان کے دو مرد اور ایک عورت جنمیں سے ایک یہ تھا بٹالہ سے یکے میں میرے ساتھ سوار ہوئے میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا چال چلن کیسا

حضرت حجۃ اللہ امام الملت کے مکتوبات

ایک شیعہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی

مکرمی اخویم مولوی سید حسین صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپکا عنایتنامہ مجھکو ملا تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے الہام کی نسبت شکوک و شبہات ہیں تو میرا الہام کیونکر آپ کیلئے تسلی بخش ہوگا یہ تمام دعویٰ بھی الہام ہی پر مبنی ہیں پھر جیسا آپنے لکھا ہے کہ آپنے حد سے بڑھ کر ایک بڑے پایہ پر قدم رکھا اور کتاب اللہ و احادیث کے صریح معنوں کو چھوڑ دیا تو پھر اس حالت میں آپ کسی دوسرے الہام کو کب عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے عزیز من نہ میں نے قرآن کریم کو چھوڑا اور نہ احادیث رسول صلعم کو لیکن جو لوگ قرآن اور حدیث میں غور نہ کریں ان کا علاج میں کیا کروں میں نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ اور رسالہ اتمام الحجۃ اور نور الحق وغیرہ میں ان مضامین کو بسط سے لکھا ہے۔ پھر اگر کوئی نہ سمجھے تو اس کا علاج انسان کے ہاتھ میں نہیں ہیچ کے ڈھونڈنے والے فروع پر نظر نہیں مارتے بلکہ اصول کو دیکھتے ہیں پھر جبکہ قرآن اور حدیث اور آثار صحابہ اور آئمہ دین کے صریح اقرار سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو کر تو اگلیں عالم میں مسیح کو آسمان سے اتارنا چاہتے ہیں اگر آپ میرے پاس آ ویں یا میری کتابوں کو غور سے دیکھیں تو میں ہرگز اور نہیں کرتا کہ آپ اس بیہودہ اعتقاد پہ ایک ساعت کے لئے بھی قائم رہ سکیں مگر انصاف شرط ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ منصف مزاج ہونگے۔ صرف قلت معلومات آپکو مانع ہو رہی ہے۔ کیا عمدہ ہو کہ آپ ایک یا دو ہفتہ کے لئے میرے پاس آ جاویں تا آپ کی پوری تسلی ہو اور آپکا ایمان اس صدمہ سے بچ جاوے جو غلط فہمی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ آپ نے قلم اٹھا کر کئی باتیں ایسے طور سے لکھدیں جو تقویٰ سے بعید ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم۔

افسوس آپ کو پیشگوئیوں کا حال معلوم نہیں ورنہ تو درحقیقت پوری ہو چکی ہیں مگر آپنے کتابیں نہیں دیکھی ہیں میں آپ پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ آپنے عمداً حق سے گریز کی ہے خدا تعالیٰ ہر مومن کو اس بیجا حرکت سے محفوظ رکھے مگر بیشک آپ پر یہ الزام ہے کہ آپنے باوجود بے خبری کے جلدی رائے ظاہر کردی

مومن کی یہہ شان ہونی چاہئے کہ وہ جلدی نہ کرے اور فدک کی بابت جو آپ کو گھبراہٹ ہے میں اس میں تعجب ہی کرتا ہوں کہ یہہ گھبراہٹ کیوں ہے علماء کے اتفاق سے باغ فدک حقیقت کی اس قسم سے تھا جسکو فی کہتے ہیں چنانچہ علمائے شیعہ بھی اس کے قائل ہیں اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہو تا ہے کہ فی میں نہ ہبہ ہو سکتا ہے اور نہ تقسیم ہو سکتی ہے اس صورت میں اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا دعویٰ کیا تو حضرت فاطمہؓ کی غلطی ہے قرآن شریف فرماتا ہے کہ فی ایک مشترک چیز ہے۔ جسمیں مہاجرین ابن السبیل اور ذوالقربیٰ وغیرہ سب داخل ہیں پھر وہ حضرت فاطمہؓ کو کیونکر دیا جاتا چنانچہ یہی مقدمہ حضرت عمرؓ کے خلافت کیوقت حضرت علیؓ و حضرت عباس نے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوے کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کے حوالہ اس شرط سے کر دیا کہ وہ اس کے متعلق جو تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں اور ان دونوں کی تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ باغ فدک آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا مگر حضرت عباسؓ نے اس بیان کی تکذیب کی اور اسکی صحت سے انکار کیا۔ غرض فی میں نہ تقسیم ہوتی ہے نہ ہبہ ہوتا ہے۔ قرآن شریف کے اگر کوئی مخالف حدیث ہو تو وہ ترک کرنے کے لائق ہے شیعوں کی معتبر کتاب کلینی میں لکھا ہے اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو وہ قبول کرنے کے لائق نہیں اور آپکی یہ کسقدر غلطی ہے کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے پس اگر یہہ مال کے وارث ہیں تو سلیمان کی تخصیص سے معنے فاسد ہوتے ہیں اس لئے آیتکے معنے یہ ہیں کہ داؤد کی نبوت و داؤد کی بادشاہی داؤد کا علم حضرت سلیمان کو ملا بھائیوں کو نہیں ملا پس یہہ آیت تو اہل سنت کے مفید ہے نہ شیعہ کے کیونکہ اس آیت سے صاف پایا جاتا ہے کہ دوسرے بھائی ان چیزوں کے وارث نہیں ہوئے جن کا سلیمان وارث ہوا اسیطرح توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ اپنے باپ کا وارث نہ ہوا اور نہ موسیٰ کا بیٹا اسکا وارث ہوا۔ ایسا ہی انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح جن کے چار بھائی اور بہنیں یعنی یعقوب وغیرہ یہی بھائی حضرت مریم کے وارث ہوئے اور حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں وراثت سے دستبرداری ظاہر کی پھر دیکھئے کہ یہہ حدیث لا نورث و ما ترکنا فھو صدقۃ جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی ہے اسکی ہم مضمون کلینی میں ایک حدیث موجود ہے اور کلینی شیعوں میں وہ کتاب ہے جو اسکی شان میں لکھا ہے کہ مہدی موعود صاحب الزمان نے اس کی تصدیق

کر دی ہے گویا صاحب کلینی نے یہ کتاب ان کو دکھلائی اور امام نے اس کی صحت کی تصدیق کیا پھر جبکہ ایسی مقدس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ ردی ہے اور نیز یہہ کہ وراثت دنیا کا مال نہیں ہوتی۔ یہ فیصلہ شیعوں کے اقرار سے ہوگیا باقی رہا یہ وہم کہ حضرۃ فاطمہؓ نے کیوں دعویٰ کیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے کچھ تعلق ہوگا اور شاید آنحضرت صلعم نے مجمل طور پر کچھ فرمایا ہوگا سو بشریت سے حضرت فاطمہؓ کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم ہے علاوہ اس کے اس آثار کے لفظ محفوظ نہیں خدا جانے حضرت فاطمہؓ نے کیا کہا اور راوی نے کیا یاد رکھا۔ قرآن شریف مقدم ہے اور اگر حضرت فاطمہؓ جناب الصدیق رضی اللہ عنہ سے آزردہ ہوئیں تو کچھ بات نہیں۔ جب وہ خود غلطی پر تھیں تو ان کی آزردگی کچھ چیز نہیں ہو۔ حضرت ابوبکر خلیفۃ اللہ تھے ان کا حکم خدا کا حکم تھا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔

عنایت فرمائے بندہ جناب [illegible] ماسٹر نورالدین صاحب زاد عنایتہ

پس از سلام مسنون التماس ہے کہ کل بروز پنجشنبہ یوم ۶ ماہ حال آپ سے جب اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم معجزات کے انکاری ہو۔ میں نے اوس وقت بھی آپ کو یہی جواب دیا تھا کہ میں ہرگز معجزات انبیاء سے انکاری نہیں ہوں۔ ہاں شرک سے مجھکو انکار ہے چونکہ وہ وقت تنگ تھا مجھکو موقع فرصت حاصل نہ تھا۔ بالاختصار میں نے تقریر بیان کی تھی سو میں اب اس میں اس امر کا ذکر کرتا ہوں کہ آپ ذی علم ہیں۔ اور فہیم ہیں بہت سے جاہل مرکب مجہول العلوم لوگ مجھ سے الجھتے تھے اور شکایتہً ظہور پر الجھتے تھے میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ کیا یہ جاہل متکبر اسکے اونچے ہو سکتے ہیں کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ سکتے ہیں۔ یہ لوگ اوس وقت سے نہیں ڈرتے جبکہ غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے گو اس خیال سے کہ یہ لوگ خطاب کے قابل نہیں ہیں تا حق کیوں میں اپنے عزیز وقت کو ضائع کروں پہلو تہی کرتا تھا۔ اس مکالمہ میں جبکہ امید ہے کہ میری تحریر و تقریر کا کوئی مفاد حاصل ہوگا کیونکہ آپ ذی علم ہیں اور طالب صحیح ہیں۔ سو میں اب میری اس تحریر کو آپ غور سے ملاحظہ فرماویں۔ اور کسی عالم کو بھی دکھلاویں جنکو آپ چنداں مستبعد خیال کرتے ہوں۔ اس تحریر میں وہ ہی دلائل ہیں جو قرآن کریم سے معتبر ٹھیرائے ہیں۔ معجزہ کی حقیقت کا بھی بیان دلائل شافیہ سے کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مرجاتا ہے پھر وہ دنیا میں نہیں آتا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرآن شریف میں احیاء موتیٰ سے کیا مراد ہے۔ فقط۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے۔ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب و اخر متشابہات۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں۔ معنی محکمات۔ اور متشابہات میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے۔ بہت اقوال لکھے ہیں اس تحریر میں یہ عاجز وہ قول بیان کرتا ہے جو مختار اصولیین و مفسرین کا ہے اب غور فرمائیے گا۔ محکم سے مراد وہ آیت یا کلمہ ہے جو بسبب تفسیر کرنے شواہد و تظافر قرآنی کے یا کسی اور قرائن قویہ و استدلال بینہ کی وجہ سے متعین المعنی ہو اور سوائے ایک معنے کے دوسرے معنے کا احتمال ناشی عن الدلیل اوس میں نہ ہو اور متشابہ وہ ہے جو ذوالوجوہ ہو۔ اور متعین المعنے نہ ہو۔ بلکہ بعد غور و فکر کرنے کے اوس کے معنے وہ لئے گئے ہوں جو محکمات کے موافق ہوں اور مخالف محکمات نہ ہوں۔ محکمات کو ام الکتاب اس لئے فرمایا ہے کہ وہ اصول ہیں۔ اور متشابہات اون کی فروع ہیں جنکا رجوع ہونا محکمات کی طرف ضروری ہے ورنہ محکمات ام الکتاب نہ ہونگی۔ چونکہ اسمیں یہی ستر اور بھید تھا کہ محکمات اصول ہیں۔ اسی لئے اونکو جناب باری نے ام الکتاب فرمایا۔ پس یہ امر تو اس آیت سے ثابت و محقق ہو چکا کہ معنے متشابہات کے موافق محکمات کے لینا واجب اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ خداوند کریم حکیم مطلق نے متشابہات کو قرآن مجید میں کیوں بیان فرمایا۔ تمام مسائل کو بطور محکمات کے کیوں نہیں بیان فرما دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا انسان بغیر استعمال قوائے ظاہری اور خواص جسمانی کے مستحق اجر و ثواب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض مسائل میں بغیر صرف کرنے قوائے عقلیہ کے استحقاق ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص [illegible] کے بارہ میں یہ کہے کہ میں آسمان پر ایمان لایا تو یہ ایمان اوس کا موجب ثواب نہیں۔ اس لئے کہ اسمیں قوائے عقلیہ اور اقتباس مجتہدیہ کا استعمال نہیں ہوا اسی واسطے اللہ تعالیٰ اوس مومن کے صفات میں ارشاد فرمایا ہے الذین یؤمنون بالغیب اور نیز یہ بات واضح ہے کہ اگر کل مسائل بطور محکمات ہی کے بیان کئے جاتے تو جسقدر علوم حکیم مطلق نے پیدا فرمائے ہیں وہ سب ضائع ہو جاتے اور پھر علماء اور جہلاء میں فرق ہی کیا ہوتا۔ حالانکہ خداوند کریم راسخ الدرجات فرماتا ہے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس کیا ہی خوب ہو کہ اس اصل قرآنی کے مطابق ہمارے مخالف لوگ فیصلہ چاہیں اور غور و فکر کے ساتھ سمجھیں کیونکہ یہ آیت بھی سورہ آل عمران میں ہے اور جس آیت میں نزاع واقع ہے وہ بھی سورہ آل عمران میں ہے اب کسی قدر بقیہ آیت بیان کرتا ہوں فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

اس آیت سے ثابت ہے کہ اتباع متشابہ بارادہ ابتغاء فتنہ موجب زیغ ہے اور ابتغاء فتنہ اسی صورت میں ہے کہ جب تاویل متشابہ کی خلاف محکمات کیجاوے اور اپنے خیالی عقائد کے موجب معنے متشابہ کے لئے جاویں جن لوگوں کا عمل درآمد اور دستور العمل ایسا ہوتا ہے اون کا نام اللہ تعالیٰ نے فی قلوبہم زیغ رکھا ہے یعنی کج طبع اور کج فہم اون کے دلوں میں کجی سماتی ہے دوسرا گروہ راسخون فی العلم کا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو معنے متشابہ کو موافق محکمات کے لیتا ہو میں اس وقت اسمیں گفتگو نہیں کرنا چاہتا کہ الا اللہ پر وقف لازم ہے یا نہیں۔ مگر اسقدر لکھنا ضرور خیال کرتا ہوں کہ اگر علم معنی متشابہات کا کسی کو نہ دیا جاتا تو راسخ فی العلم بھی کوئی نہ ہوتا۔ اور اولو الالباب بھی نہ ہوتا اس سے مفہوم ہوا کہ متشابہات کی ایسی تاویلات جو محکمات کے موافق ہونگی۔ ان تاویلات کا علم بعض انسانوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ جس کے سبب وہ گروہ راسخون فی العلم اور اولو الالباب کے نام سے موسوم ہوئے ہیں اب میں گذارش یہ کرتا ہوں کہ ہمارے مخالفوں کو اگر اس اصل قرآنی کے مطابق فیصلہ کرنا منظور ہے۔ تو بندہ بھی اسی طریق فیصلہ کو پسند کرتا ہے اور اسی فیصلہ کے مطابق بعض آیات متنازعہ فیہا کو بیان کرتا ہے۔ اگر وہ سلیم الطبع۔ اور سعید الفطرت ہونگے تو تسلیم کرینگے اور جو لوگ ایمانی نور اور فراست ایمانیہ سے محروم ہیں وہ نہیں مانینگے بلکہ وہ انکار پر کمر بستہ ہو جائینگے اور فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یؤمنون کا خوف کرینگے۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ و ابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتیٰ باذن اللہ

بعض جہل مرکب اور کج فہم ان آیات سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع و اقسام کے پرندے پیدا کیا کرتے تھے اور مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں اور اون کے یہ معنے کرنا کہ خداتعالیٰ نے اپنے ارادہ سے مسیح کو صفت خالقیت میں شریک کر رکھا تھا اور نیز اپنے اذن سے صفت احیاء میں شریک بنا رکھا تھا۔ صریح الحاد ہے۔ اس لئے کہ اگر خداتعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی غیروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اوس کی خدائی باطل ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں کا یہ عذر پیش کرنا کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسےٰ پرندوں کے خالق تھے بلکہ یہ طاقت قادر مطلق نے اپنے اذن سے اون کو دے رکھی ہے اور اپنی مرضی سے اون کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا اور یہ اوسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنائے وہ تو قادر مطلق ہے۔ ایسے عذرات بالکل مشرکانہ باتیں ہیں ایسے عذر کرنیوالے سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے مارنے پر بھی قادر ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو قادر مطلق نہ رہا۔ اگر ہے تو موت باری ممتنع بالذات نہ رہی ان عقل کے اندھوں سے پوچھئے کہ خاصہ کی تعریف تو یہ ہے یوجد فیہ لا یوجد فی غیرہ حالانکہ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے سورہ روم پارہ ۲۱ میں اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیء سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

اللہ تعالیٰ وہ ہی ہے جس نے تمکو پیدا کیا۔ پھر تمکو روزی دی۔ پھر تمکو مارے گا۔ پھر تمہیں زندہ کریگا

کیا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں سے ہے جو کریگا ان کاموں میں سے ایک کو اور اگلی طرح (سورہ مومنون پارہ ۱۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وھو الذی یحیی و یمیت ولہ اختلاف اللیل والنھار - افلا تعقلون)

اور وہ ہی جلاتا اور مارتا اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم نہیں سمجھتے اتنی بات دیکھو یہ آیات کیسی ظاہر ہیں کہ کیسا ہی کم فہم ہو گا وہ سمجھ جائیگا کہ خالقیت و رازقیت - احیاء - اماتت - تقلیب لیل و نہار۔

یہ سب اوصاف مخصوصہ اور خاصہ الوہیت ہیں - مگر ہمارے مخالف بالکل نہیں سمجھتے ہیں - علاوہ بریں ہم اُن سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اب تم شناخت کر سکتے ہو کہ ان پرندوں میں کتنے پرندے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے مخلوق ہیں اور کتنے پرندے - ایسے ہیں جو اون پرندوں کی نسل میں سے ہیں جنکو حضرت مسیح نے پیدا کیا تھا پھر ہمارے مخالف لوگوں کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے۔

(اجعلوا للّٰہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم قل اللّٰہ خالق کل شیءٍ وھو الواحد القھار) ترجمہ کیا اونہوں نے خدا تعالیٰ کے شریک ایسے صفات میں ٹھہرا رکھے ہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ خالق ہے وہ بھی خالق ہیں پس اس دلیل سے اونہوں نے اونکو خدا مان لیا - اون کو کہدے دے اے محمد صلعم کہ ثابت شدہ یہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہر ایک چیز کا ہے اور وہی اکیلا ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے اگر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا گو اوسکی اذن و حکم سے ہی سہی - اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے - فتشابہ الخلق علیھم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جائیگی - پس جب یہ لوگ اس کا اعتقاد کر بیٹھے کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسیٰ کی - سراسر مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دایرہ اسلام سے خارج ہے اور ان کا وہ عذر کہ ہم حضرت مسیح کو ذاتی طور سے خالق طیور نہیں مانتے بلکہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفتیں اون کو عطا کر دی تھیں - اس کی بیخ کنی پورے طور سے پہلے میں کر آیا ہوں - کہ خلق اوصاف خاصہ الوہیت سے ہے اور خاصہ غیر میں نہیں پایا جاتا ہے علاوہ ازیں خدا کا وحدہ لاشریک ہونا باطل ہو جائیگا اور اگر اوصاف مخصوصہ خدائی عباد میں تقسیم ہو سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ اونکو ایسی طاقت بخش سکتا ہے اور اون کی فطرت میں یہ طاقت خداوند تعالیٰ نے رکھی ہے۔

ایسی صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب صحیح و درست ہو جائینگے - کیونکہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن سے اپنی طرح عالم الغیب بھی بنا سکتا ہے اور علم غیب کی بھی طاقت اوسمیں رکھ سکتا ہے جسقدر دنیا میں مخلوق پرست لوگ ہیں اون کا بھی یہی قول ہے کہ ہمارے معبودوں کو خدا تعالیٰ نے خدائی کی طاقتیں دے رکھی ہیں - اب اعلیٰ و برتر وہی ہے اور یہ صرف چھوٹے خدا ہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ یا رسول اللہ کہنا

شرک کا کلمہ سمجھ کر منع کرتے ہیں - لیکن حضرت مسیح کو خدائی کا حصہ دار بناتے ہیں - اگر ان لوگوں کا در اصل یہی اعتقاد ہے کہ خدائی ہی مخلوق میں تقسیم ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی صفت خالقیت و رازقیت و قادریت وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے شریک کر دیتا ہے تو ناحق ان لوگوں نے کیوں اپنے بدعتی بھائیوں سے اسقدر جنگ و جدل شروع کر رکھی ہے وہ بیچارے بھی تو اپنے اولیاء کو خدا نہیں مانتے صرف یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اذن سے کچھ کچھ طاقتیں اونہیں دے رکھی ہیں اور اونہیں طاقتوں کی وجہ سے جو باذن الٰہی اونکو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسیکو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ نذریں نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں - یہ کلام توعلی العموم سب اوصاف مخصوصہ باری کی نسبت تھا اب خاص احیاء الموتیٰ کی نسبت کلام کیا جاتا ہے۔

بعض نے اپنی رائے سے اسمیں کہہ دیا ہے اسرائیلیوں کی کتاب سے - اونہوں نے اخذ کرکے کہا ہے کہ مسیح نے جن مُردوں کو زندہ کیا تھا اونمیں بعض بعض تو ایسے ہوئے کہ پھر بعد اس احیاء کے اون کی اولاد ہوئی اور پھر دنیا میں اگر عرصہ تک رہے ہیں مسیح نے چار شخصوں کو زندہ کیا اونمیں سے ایک عازر جس کے اولاد وغیرہ ہوئی اور عرصہ تک رہا سہا - چنانچہ عیسائی لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ عزیر کو مسیح نے زندہ کیا - ناظر بصیر پر یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہ روایت اسرائیلیوں کی کتابوں سے لی گئی ہے - حالانکہ ان قصص کا ثبوت نصوص صریحہ محکمہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے کچھ بھی بیان نہیں کیا - باوجود اس کے کہ آیات محکمات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اس کے مخالف اور مباین ہیں - اب اون آیات محکمات فرقانیہ اور احادیث صحیحہ کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیے - اور جو جو اشکال و دلائل پیش کرتا ہوں اون کو بامعان نظر معائنہ فرماویں - ابھی تو مخالفین کی خیالی عقائد اور خیالی معنے کی اور عیشر موری ہے مذکورہ بالا آیات کے معنے جو راسخون فی العلم کے نزدیک ہیں - اون کو بعد میں بیان کروں گا اور وقت مخالفین کی کج فہمی بنصف النہار کی طرح ظاہر ہو جائیگی دیکھو مذکورہ الذیل آیات و احادیث کو - اور انصاف کرو کہ حقیقی موت کے بعد انسان زندہ ہو کر اس دُنیا میں نہیں آسکتا - سورہ انبیاء میں آیا ہے (وحرام علیٰ قریۃٍ اھلکناھا انھم لا یرجعون) ترجمہ جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں پھر اون کا لوٹانا ہمنے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے - بعض نے اس کے یہ معنے بیان کئے کہ ضروری ہے اہل قریہ جنکو ہم نے ہلاک کیا - چنانچہ معالم میں لکھا ہے (معناہ واجبٌ علیٰ اھل قریۃ اھلکنا ھم انھم لا یرجعون الی الدنیا) اور نیز اسی سورہ انبیاء میں دوسری جگہ آیا ہے (وما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد افائن مت فھم

الخالدون) اور نیز سورہ لٰیٓس میں آیا ہے - (الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون) ترجمہ کیا اون لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اون سے پہلے بہت سے زمانہ کے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور پھر دنیا میں وہ لوگ اون لوگوں کے یہاں واپس نہیں آئے۔

دیکھو یہ کلام کہ اون سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور پھر وہ دُنیا میں نہیں آئے - یہ دنیا میں استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کے جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ ایسا عالیشان مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبہ سے اوس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جائے - اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیر دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے مثلاً ہم جا سو قت کہتے ہیں کہ انسان منہ سے کھاتا آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا اور ناک سے سونگھتا اور زبان سے بولتا ہے - اگر کوئی شخص کوئی مقدس کتاب پیش کرے اور اس میں یہ لکھا ہو کہ یہ واقعات زمانہ گذشتہ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور کان کے ذریعہ سے بولتا تھا اور ناک کے ذریعہ سے دیکھتا تھا یا مثلاً یہ کہ کسی زمانہ میں انسان کی آنکھیں دو نہیں ہوتی تھیں بلکہ بیس ہوتی تھیں دس تو سامنے ہوتی تھیں اور دس پشت پر لگی ہوتی تھیں - اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ گو فرض کے طور پر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ایسی کتاب ایک مقدس کتاب ہے اور ان عجیب تحریروں کا لکھنے والا کوئی مقدس ہے مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے - یہ رائے میں ایسے بزرگ مفسر بھولے بھالے اگر صرف دو ایک کروڑ سے بھی ان نتائج قطعیہ یقینیہ کو توڑنا چاہیں - تو ہرگز یہ نتائج نہیں ٹوٹ سکیں گے - ہم ان بزرگ مفسروں کی خاطر کیونکر اون کے اون کلمات کو جو خلاف حقائق مشہودہ و محسوسہ کے ہیں مان سکتے ہیں مثلاً اگر کسی ڈاکٹر سے کوئی مقدس آدمی اس بات کا تذکرہ کرے کہ سم الفار ایسا زہر ہے کہ اگر دو دو سیر کے قدر بھی انسان کے بچوں کو کھلایا جاوے تو کچھ ہرج نہیں اور اسکا ثبوت یہ دے کہ فلاں مقدس کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب - یعنی تفسیر کا لحاظ کر کے اپنے علم کو چھوڑ دینگے - جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے - اسی طرح سے یہاں خیال کرو کہ قبلھم من القرون کا لفظ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جہانتک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لئے وفا کر سکتی ہے اور گذشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو - خوب سوچو اور سمجھو کہ کبھی یہ سلسلہ ٹوٹا بھی ہے - کیا تم کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو کہ (باقی آئندہ)

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

غرض انکا حضور کی طرف رجوع کرنا بڑی تقویت کا باعث ہوگیا اور ایک قلیل عرصہ میں ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی ہے۔ اور شہر میں زور شور کے ساتھ اسکی شہرت ہونے لگی یہ وہ وقت تھا کہ ان مولویوں اور ملاؤں کی اچھی طرح سے قلعی کھلنے لگی اور انکی اندرونی حالت کا پورا اظہار ہونے لگا جس کی وجہ سے حضور کیطرف کمال درجہ کا یقین بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور کی خدمت میں خط لکھا گیا اور جسقدر لوگ اسوقت تک اس سلسلہ میں شریک ہوئے تھے ان سب کے دستخط لئے گئے بعد اس کے جو کچھ ان ملاؤں کا حال دیکھا وہ احادیث کے موافق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں پہلے سے بطور پیشگوئی بتا رکھی تھیں۔ عوام میں ایک خوفناک جوش ان کے دجل اور کذب سے پھیل گیا۔ اور اب یہاں کے مسلمانوں کے اسلام کا حال ایک نئے رنگ میں ظاہر ہونے لگا جس سے **ضرورت امام** پر پورا یقین ہوگیا اور حضور کی زیارت کا شوق دن بدن بڑھنے لگا۔ ہر دم اس فکر میں ہوا کہ کوئی اچھا رفیق مل جائے تو روانہ ہو آؤں۔ وہاں کے ایک مولوی جنسے زیادہ تعلق تھا اور جو بظاہر منافقانہ طریق پر ملتے جلتے بھی تھے مگر باطن میں پورا دشمن تھا جس سے میں ابتک ناواقف تھا انکو ساتھ لانے کی صلاح ہوئی۔ وہ ترملگھیری کی جامع میں رہتے تھے۔ جہاں میں گاڑی پر سوار ہوگیا اور حاجی بادشاہ صاحب کے مکان پر جو وہ بھی اندرونی احاطہ مسجد ہی میں واقعہ ہے ملاقات ہوگئی اور مذکورہ بادشاہ صاحب وہاں کے ایک مشہور اور تاجی تاجر ہیں ان مولویصاحب نے ہماری مخالفت اختیار کرنیکے بعد وہاں پہنچکر قدم جمانے شروع کر دیئے۔ یہ بادشاہ صاحب بھی اگرچہ سخت مخالف تھے لیکن چونکہ قدیم سے ان کے بزرگوں کے ساتھ میرا کمال درجہ کا ارتباط تھا اس لئے بظاہر امن سے وہی سلوک قائم تھا اور ابتک بھی باقی ہے غرض وہاں ان مولویصاحب سے کہا کہ سب سے بہتر یہی بات ہے کہ تم میرا ساتھ دو اور میں آپکے ہر ایک قسم کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ وار ہوں جو کچھ امتحان کرنا ہے وہاں جاکر کیا جاوے۔ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں روبرو جاکر جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں اس سے خلق خدا کو بھی فائدہ پہنچیگا۔ کیونکہ آجکل جو طوفان بے تمیزی پھیل رہا ہے اسی سے خلق اللہ کو نجات ہوگی اور میں نے آپ کو اس لئے تجویز کیا ہے کہ بظاہر آپ کے مزاج میں حق پسندی ہے اور تمہارے طالب علمی کے زمانہ سے میرا یہ حسن ظن ہے بس آپ طیار ہو جائیں۔

جمعہ کے دن یہاں سے روانہ ہو جائیں گے گر اون کو یہ کب منظور تھا۔ اون کو مخالفت میں اسوقت صریح فائدہ نظر آرہا تھا۔ غرض اونہوں نے انکار کر دیا اور میں واپس چلا آیا اور اسی خیال میں تھا کہ مولوی حسن علی صاحب مرحوم یاد آگئے اور وہ ان دنوں مدراس آنیوالے بھی تھے کیونکہ انجمن کی طرف سے سالانہ جلسے کی دعوت انکو ہوئی تھی اور اس انجمن کے دراصل بانی وہی ہی تھے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ بھاگلپور سے مولوی صاحب نکل چکے تھے اور یہاں دو مہینے کے لئے جلسہ ملتوی ہوگیا اس لئے مجھے یہ موقع ہاتھ آیا۔ اور فی الفور میں نے بمبی کی اپنی دوکان پر تار دیا کہ مولوی صاحب کو ٹھہراؤ۔ اور میں آتا ہوں۔ یہ تار دیکر میں بنگلور گیا اور رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ارادہ کر چکا ہوں اب تو عالم الغیب اور بہتر جانتا ہے میرے لئے جو بہتر ہے وہ بتا کر۔ صبح کو میں حسب معمول ناشتہ کے گھر جلسہ چبوترہ پر آکر بیٹھا کہ اُسی وقت ڈاک والا آگیا اور اوس نے ایک چٹھی اور اوس کے ساتھ ایک رسالہ الحق دیا میں نے اس رسالہ کو کھولا تو میری نظر سب سے پہلے اس ہیڈنگ پر پڑی جو ایک "ہماری بشارت" سے موسوم تھا اور مضمون اس کا جھنڈے والے پیر صاحب کا واقعہ اور خلیفہ عبد اللطیف اور عبد الوہاب کا حضور اقدس میں حاضر ہونے کا تھا۔

غرض اوس کے بعد میرا عزم مصمم ہوگیا اور اسی روز شام کو مدراس اور دوسرے روز مدراس سے بمبئی روانہ ہوگیا اور مولوی حسن علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی اور چلنے کی بابت گفتگو ہوئی مولوی صاحب مرحوم نے حق مغفرت کرے جواب میں یہ فرمایا کہ میں آپکا ساتھ دینے کے لئے تو تیار ہوں مگر ایک شرط سے میں کہا وہ شرط فرمائے اونہوں نے کہا کہ اس سفر میں جبتک آپکا اور ہمارا ساتھ ہے آپ نماز کی پابندی بحوظ خاطر رکھیں بس یہی پہلی شرط ہے جسکو میں نے فخر کے ساتھ قبول کیا۔ دوسرے روز علی گڈہ روانہ ہوگئے اور وہاں کے حالات پر غور کیا گیا تو یہ ایک دوسری دلیل ضرورت امام کے لئے ہاتھ آگئی یعنی دو نمونے دیکھے ایک تو اسٹریچی ہال جس میں یورپین انداز وضع کا نقشہ تھا جو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ جو یہاں داخل ہوگا وہ ضرور ایک نہ ایک دن یورپین انداز کا جنٹلمین ہو جائیگا اور دوسرا نمونہ مسجد کا دیکھا جس کی ظاہری صورت یہ تھی کہ ایک دو بچھے پرانے بوریئے اور دو چار ٹوٹے پھوٹے لوٹے گویا زبان حال سے اسکا یہ مضمون ادا ہو رہا تھا کہ جو بھی اس طرف رکوع و سجود کے لئے مائل ہوگا اس کی بساط بجز بورئے اور پھوٹے ہوئے لوٹے کے سوا آگے وہی یعنی اللہ ہی فضل۔ غرض یہ دونوں نظارے بھی ایک عبرت پانے کے باعث میرے لئے ہوئی۔ پھر وہاں سے سیدھا قادیان شریف کا ارادہ ہوا۔ ہمارے مولوی صاحب نے بہت کچھ فال قرآن میں دیکھے اور استخارے بھی کئے غرض ہر ایک پہلو پر یعنی انکو جواب ملا کہ چلو چلے۔ غرض روانہ تو ہوگئے مگر مولوی صاحب کا شروع سے آخر تک یہی بیان رہا کہ مرزا صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ مگر ان کا یہ دعوے ان کی ظاہری وجاہت سے بہت کچھ بڑھا ہوا ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا تھا کہ اب جو کچھ ہے وہاں پہنچکر ہی ہوگا جب امرتسر پہنچے تو وہاں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلا ہمکو مل گیا اور اوس نے مولوی صاحب کو بہت کچھ روکا اور بابو محکم الدین مختار کی کوٹھی تک ہمارا پیچھا چھوڑا اور جلسے بد کی طرح لگا رہا اور وہاں پہنچکر بھی مولویصاحب تو اوس کو نرم نرم جواب دیتے رہے اور وہ زیادہ گستاخ ہوتا گیا یہاں تک کہ آخر مولویصاحب نے میرے پر حوالہ دیکر اپنی جان چھڑالی جب وہ میری طرف ہوا تو میری دو ہی جھڑکیوں سے گھبرا گیا اور پھر بیٹھ نہ سکا۔ چلتے دفعہ ہوگیا غرض شب ہمنے وہاں گذاری اور صبح کو بٹالہ کی راہ لی اور جب وہاں پہنچے تو وہاں بھی ایک صدمہ ہوا مگر زیادہ جرأت نہ کرسکا اور ہم وہاں سے یکوں میں بیٹھکر روانہ ہوئے اور جوں جوں دارالامان سے نزدیک ہوتے گئے ویسے ہی دل پر ایک نیک اثر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دارالامان کا نظارہ نظر آنے لگا اور جامع مسجد تو ایک بقعۂ نور نظر آتی تھی اس سال بارش کثرت سے ہوئی تھی اس لئے پہنچنے میں دیر ہوئی جب یہاں پہنچے تو میری ابھی یہ حالت تھی کہ ذوق اور محبت سے بھر گیا تھا اور عجیب و غریب لذت اپنے اندر محسوس کر رہا تھا غرض ہم قادیان پہنچے اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کے مدرسے اور مطب کے پاس یکے کھڑے ہوگئے اور ہم دونو اوتر پڑے غروب آفتاب کا وقت تھا مولوی حسن علی صاحب نے مولوی نورالدین صاحب سے مجھے تعارف کرایا۔ اور میں اون سے مصافحہ کرکے پاس بیٹھ گیا اتنے میں کسی نے خبر دی کہ وہ نیا مکان جو طیار ہوا ہے اسمیں ان مسافروں کا اسباب بھیجدو۔ مولوی حسن علی صاحب اسباب کے ہمراہ اس مکان کو تشریف لے گئے اور میں نماز عصر پڑھکر مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ حضرت اس نئے مکان میں آکر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو میں یہاں سے اوٹھا اور جلد اس مکان میں داخل ہوا اور میری نظر حضور کے چہرہ مبارک پر پڑی میں حلفاً گذارش کرتا ہوں کہ حضور کا سراپا اسوقت ایک نور مجسم مجھے نظر آیا اور میں آنکھ بند کرکے حضور کی دستبوسی کرنے لگا اور جوش محبت کے ساتھ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور حضور اوس کے بعد کمال مہربانی اور شفقت سے احوال پرسی فرماتے رہے اور میرا حال یہ تھا کہ اندر ہی اندر مولوی حسن علیصاحب کو ملامت کرتا تھا کہ اونہوں نے حضور کی ظاہری وجاہت کیا بتلائی تھی اور یہاں کیا مجھے نظر آرہا ہے اور منتظر تھا کہ حضور یہاں سے تشریف لیجائیں تو ان کی خبر پورے طور سے لوں یہ میرا خیال ہو چکا اور حضور اقدس و اشرف بھی اوسی وقت اندر تشریف لے گئے اور جونہی میں مولوی حسن علیصاحب کی طرف متوجہ ہوا تو اونہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ وہ مرزا نہیں جنکو کچھ برس پہلے میں نے دیکھا تھا یہ تو کوئی اور ہی وجود نظر آرہا ہے۔ غرض کہ ظاہری وجاہت میں بھی حضور کی بہت کچھ ترقی اونہوں نے بیان فرمائی اور اسی وقت کہدیا کہ بے شک اب یہ وہی نظر آرہے ہیں جسکا اونکو دعوے ہے۔ اور انکے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و سپرنٹنڈنٹ مطبع چھپکر شایع ہوا

ان کے لئے یہ کہتا ہے وانا منک۔
ایسا انسان جسکو انا منک کی آواز آتی ہے اس وقت
دنیا میں آتا ہے جب... خدا پرستی کا نام و نشان مٹ
گیا ہوتا ہے۔ اسوقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت
بڑھ گیا ہے اور خداشناسی اور خداترسی کی راہیں نظر نہیں
آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اور
محض اپنے فضل و کرم سے اس نے مجھکو
مبعوث کیا ہے۔ تا میں ان لوگوں کو
جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے خبر ہیں اس
کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ
جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ
اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا
دوں۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور
فرمایا انت منی وانا منک
اعتراض کرنے کو کیا ہے جب طبیعت میں فساد اور
ناپاکی ہو تو وہ نیکی کی طرف کب آنا پسند کرتی ہے بلکہ خلاف
طبع سمجھکر اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ میرے اس
الہام کی سچائی کا ثبوت' اس پر اعتراض ہی ہیں
اگر خدا تعالیٰ کا انکار اور دہریت شائع نہ ہوتی
تو کیوں اعتراض کیا جاتا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسوقت
خدا تعالیٰ کا پاک اور روشن چہرہ دنیا کو نظر نہ آتا تھا
اور وہ اب مجھ میں ہو کر نظر آئے گا۔ اور
آ رہا ہے۔ کیونکہ اس کی قدرتوں کے نمونے
اور عجائبات قدرت میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں
جنکی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے ہیں مگر جو اندھے
ہیں وہ کیونکر دیکھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس امر کو محبوب
رکھتا ہے کہ شناخت کیا جاوے اور اس کی شناخت
کی یہی راہ ہے کہ مجھے شناخت کرو (ایڈیٹر)
ورنہ در رگ ست آں خدا کہ اندر اہل جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر ابلہ بپذیرند
یہی وجہ ہے کہ میرا نام اس نے خلیفۃ اللہ رکھا
ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان
اعرف فخلقت آدم اس میں آدم میرا نام رکھا ہے
یہ حقیقت اس الہام کی ہے اب اسپر بھی کوئی اعتراض
کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اوس کو دکھاوے گا کہ وہ
کہاں تک حق پر ہے۔

ہمارے مقدمات

مقدمات کے متعلق اس سے زیادہ کوئی خبر قابل اشاعت نہیں
کہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین
کی تقریروں کے لئے مقرر تھی اس تاریخ پر بوجہ علالت
[illegible] صاحب کے کوئی کارروائی نہیں ہو سکی تو …

ملفوظات میں سے بعض نکات

میری توجہ کسر صلیب کی طرف ہے۔

امریکہ سے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ ایک ڈاکٹر
کی بیوی نے اپنے کسی عارضہ کے لئے دعا کی درخواست
کی تھی آپ نے فرمایا کہ اسکو جواب میں لکھا جاوے۔
کہ اس میں شک نہیں کہ دعاؤں کی قبولیت پر
ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قبول
کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے مگر دعاؤں کے اثر اور قبولیت
کو توجہ کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے اور پھر حقوق کے
لحاظ سے دعا کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ
کا حق سب پر غالب ہے۔ اس وقت دنیا میں شرک
پھیلا ہوا ہے اور ایک عاجز انسان کو اللہ تعالیٰ کے
ساتھ شریک کیا گیا ہے اس لئے فطرتی طور پر ہماری توجہ
اس طرف غالب ہو رہی ہے کہ دنیا کو اس شرک سے
نجات ملے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم ہو اسکے
سوا دوسری طرف ہم توجہ کر ہی نہیں سکتے اور
یہ بات ہمارے مقاصد اور کام سے دور ہے کہ اسکو
چھوڑ کر دوسری طرف توجہ کریں۔ بلکہ اسمیں ایک
قسم کی معصیت کا خطرہ ہوتا ہے۔
ہاں یہ میرا ایمان ہے کہ بیماروں یا مصیبت زدوں
کے لئے توجہ کیجاوے تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔
بلکہ ایک وقت یہ امر بطور نشان کے بھی مخالفوں کے
سامنے پیش کیا گیا اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ اسوقت
میری ساری توجہ اسی ایک امر کی طرف ہو رہی ہے
کہ یہ مخلوق پرستی دور ہو اور صلیب ٹوٹ جاوے
اسلئے ہر کام کی طرف اسوقت میں توجہ نہیں کر سکتا
خدا نے مجھے اسی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ یہ شرک جو
پھیلا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا گیا ہے
اسکو نیست و نابود کر دیا جاوے۔ یہ جوش سمندر
کی طرح میرے دل میں ہے اسی لئے ڈوئی کو لکھا ہے
کہ وہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ پس تم صبر کرو جب تک
کہ ایک دعا کا فیصلہ ہو جاوے اس کے بعد ایسے
امور کی طرف بھی اللہ تعالیٰ چاہے تو توجہ ہو سکتی
ہے۔ لیکن دعا کرانے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے
کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ سے صلح
کرے اپنے گناہوں سے توبہ کرے پس جہاں تک
ممکن ہو تم اپنے آپ کو درست کرو اور یہ یقیناً سمجھو
کہ انسان کا پرستار کبھی فائدہ نہیں اوٹھا سکتا
مسیح کی زندگی کے حالات پڑھو تو صاف معلوم ہوگا
کہ وہ خدا نہیں ہے اس کو اپنی زندگی میں کسقدر
کوفتیں اور کلفتیں اوٹھانی پڑیں اور دعا کی عدم
قبولیت کا کیسا برا نمونہ اسکی زندگی میں دکھایا گیا
ہے حضرت مسیح کی باغ والی دعا جو ایسے اضطراب کی
دعا ہے وہ بھی قبول نہ ہوئی اور وہ پیالہ ٹل نہ
سکا۔ پس ایسی حالت میں مقدم یہ ہے کہ تم اپنی حالت
کو درست کرو اور انسان کی پرستش چھوڑ کر حقیقی
خدا کی پرستش کرو۔ (۱۲۔ اگست ۱۹۰۳ء)

آسمانی نزول سے کیا مراد ہے۔

مسیح کے آسمانی نزول سے یہ مراد ہے کہ اس کے ساتھ
آسمانی اسباب ہونگے
اور اسکا تعلق سماوی علوم سے ہوگا۔ اور ایسا ہی
فرشتوں کے کندھے پر ہاتھ رکھنے سے مراد ہے۔ یہ ایک
اعلیٰ درجہ کا لطیفہ تھا جسکو کم فہم لوگوں نے ایک
چھوٹی اور بیہودہ سی بات بنا لیا ہے جو صحیح نہیں ہے
فرمایا دشمن کی دشمنی بھی ایک وقعت
رکھتی ہے۔ ہزاروں سبز پوش فقیر پھرتے ہیں مگر کوئی
اون کو نہیں پوچھتا اور نہ ان کا مقابلہ کرتا ہے۔
مگر ہمارے مقابلہ میں ہر قسم کے حیلے کئے جاتے ہیں اور
ہر ایک پہلو سے کوشش کی جاتی ہے کہ ہمکو نقصان پہنچایا
جاوے اور وہ اس مقابلہ کے لئے ہزاروں روپیہ
بھی خرچ کر چکے ہیں۔ انکی مخالفت بھی ان نشانات
کا جو ظاہر ہو رہے ہیں ایک [illegible] جاتی ہے۔

دارالامان ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت
ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہوئے کام کی تبلیغ
اور تکمیل میں شب و روز ساعی۔ اس ہفتہ کے
آخری ایام میں آپکی طبیعت کسیقدر ناساز رہی
لیکن باوجود اس ہمہ بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے
اس حالت ناسازی طبع میں بھی آپکا قلم خدا
تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے اظہار کے لئے چلتا رہا
۲۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بھی تندرست ہیں
حضرت حکیم الامت ہفتہ زیر اشاعت میں ہمارے
محترم بھائی منشی محمد خان صاحب افسر بگھی خانہ
کپورتھلہ کی علالت کیوجہ سے اون کے معالجہ کے
لئے تشریف لے گئے اور مع الخیر واپس آ گئے۔
ترک اسلام کے جواب پر آپکا رسالہ قریب الختم
ہے اور اس ہفتہ کے پیچھے تک غالباً ختم ہو چکا
ہوگا۔ اس کی اشاعت کے متعلق شیخ نور احمد صاحب
جالندھری بھی دس جلد کے اخراجات دینے کے
لئے طیار ہیں۔ ہمارے ناظرین کو بہت جلد اس
رسالہ کی چار ہزار جلدوں کا سامان کر دینا چاہئے
اگرچہ حکیم الامۃ کی طرف سے کوئی ایسی درخواست
نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تو بہت جلد شائع ہو

۳۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود۔۔۔ سلمہ اللہ الاحد مع الخیر اپنے سسرال سے رخصت ہو کر دارالامان کل پہنچینگے۔ ہم صدق دل سے حضرت حجۃ اللہ و اُمّ المومنین کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

۴۔ گل محمد خان عیسائی قادیان میں آئے تھے جنکو پہلے سے حضرت حجۃ اللہ نے بذریعہ تار اطلاع دی تھی کہ وہ اکتوبر کا پہلا ہفتہ بوجہ ضروری مصروفیتوں اور اتفاقی مجبوریوں کے اُن کو نہیں دے سکتے تاہم اون کے آنے پر اون کو تین روپیہ کرایہ اون کی درخواست پر دیا گیا۔ مفصّل حالات اون کی آمد کے ہم دوسرے وقت لکھیں گے۔ انشاء اللہ۔

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

یغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک کے متعلق دو معنے مجھے سمجھ میں آتے ہیں ایک معنے تو امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو لوگ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکالدیتے ہیں۔ لیکن جب وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو اعتراض کرنے والے خود بخود شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرتے تھے۔ لیکن جب آپ فاتح ہو گئے تو اون کو معلوم ہو گیا کہ وہ اعتراض اون کی اپنی غلطی تھی۔

دوسرے معنے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھائے ہیں وہ یہ ہیں۔ ذنبک یعنے تیرے قصور کیا مطلب کہ جو بدیاں اہل مکہ نے تجھ سے کی ہیں۔ اور ہجرت سے پہلے جو ایذائیں اور تکلیفیں دی ہیں وہ ان کا قصور تھا۔ مگر اللہ نے تیرے سبب سے اہل مکہ کے گناہ بھی بخشدئے کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے۔

عرب میں دستور ہے کہ غلاموں کی بودی رکھا کرتے تھے اور جب اون کو آزاد کیا جاتا تھا تو اسے کاٹ دیتے تھے اور بودی کو اطاعت اور فرمانبرداری کا نشان سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے بودی کو قطعًا اوڑا دیا کیونکہ وہ حریت کی قدر کرتا ہے اور حریت ہی کو پھیلانا چاہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام جب مدین میں آئے اون کے وہان کے قیام اور سفر سے مندرجہ ذیل سبق ملتے ہیں **اوّل**۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا بھی کی اور دوسری طرف اپنے بچاؤ کی ضروری تدابیر بھی کیں۔ یعنے اسباب کو بھی ضائع نہیں کیا اور توکل علی اللہ کے پہلو کو بھی نہیں چھوڑا۔ **دویم**۔ حضرت موسیٰ نے ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر خلق اللہ پر رحم اور شفقت کا نمونہ دکھایا اور محض اللہ تعالےٰ کے لئے نہ کسی مزد کے واسطے۔ **سویم**۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے آرام کی تجاویز سوچے۔ اور طبیعت کو خراب نہ کرے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح جو سایہ میں بیٹھ کر دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی بہتری کے لئے دعائیں کرے۔ **چہارم**۔ بجائے اس کے کہ انسان خود سوال کرے خود محنت مزدوری کر کے اپنے کام چلائے اور والدین کی آخری عمر میں اون کی خدمت کرے جیساکہ اون دو لڑکیوں نے کی **پنجم**۔ اگر کوئی تم سے نیکی کرے تو تم اوس کا ضرور خیال رکھو اس کے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کرو۔ اگر نہ دے سکو تو دعا کرو۔ یہانتک کہ تمکو یقین ہو جاوے کہ حق ادا ہو گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان**۔ **ششم**۔ اگر بے مانگے کوئی چیز آ جاوے تو اُس کے لینے سے مضائقہ نہ کرے ہاں اگر ہو سکے۔ تو اس کا بدلہ دیدو یا دعا ہی کردو۔ **ھفتم**۔ لڑکی دینے والا اگر خدمت کراوے تو داماد کو کرنی چاہیئے اور اگر لڑکی کا ولی کچھ مانگے تو کوئی حرام نہیں +

انسانی قوےٰ کی تقسیم دو طرح پر ہے۔ اول۔ وہ قوےٰ جو انسانی دخل و تصرّف کے نیچے ہیں اور ان سے کام لینا یا نہ لینا انسان کی وسعت میں ہے۔ اور یہی قوےٰ ہیں جن کے متعلق انسان حضور الٰہی میں جوابدہ ہے۔ دویم۔ جن قویٰ میں انسانی دخل و تصرّف بالکل نہیں۔۔۔۔ اون کے متعلق انسان سے باز پرس بھی نہیں ہوگی +

بدیوں سے بچنے کے دو سامان ہیں **اوّل**۔ اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان اور اوس سے دعا۔ دویم۔ جزا سزا پر پورا ایمان اللہ پر ایمان سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ سبوح۔ قدوس۔ حمید مجید ہے۔ غرض لاسمائے الحسنیٰ کا مالک ہے۔ اس کا قرب اون لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو بدکار ہیں۔ پاک صاف نہیں باکمال نہیں۔ اوس کے مقرب وہی ہیں جو اوس کے صفات کے رنگ میں رنگین ہیں۔ جزا و سزا پر ایمان سے یہ مراد ہے کہ انسان ایک آدمی کے سامنے اپنی بے عزتی نہیں چاہتا۔ تو جس جگہ ہزاروں اولین اور آخرین جمع ہونگے۔ وہاں کیوں سزا پالی کے افعال کر جاوے۔

اسی وجہ سے اہل مکہ ان دونوں امروں پر بحث کیا کرتے تھے اور اون کو اون امور کا جواب دیا گیا۔

کانا یاکلان الطعام

میں حضرت اقدس مسیح موعود کی مخالفین کی توجہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی آیت کی طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں۔ کاش کہ وہ سوچیں اور پھر عقل سلیم سے کام لیں تو امید نہیں کہ وہ اصل نتیجہ پر نہ پہنچیں۔

بار بار سوچا گیا ہے کہ یہ لوگ کن وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھ ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لغویت کو پھیلانے والا کون تھا۔ غالبًا اس قصّہ کی بنا چند تفسیروں پر ہے جو خود بھی ایک دوسری کے مخالف ہیں۔ اگر تدبّر کیا جائے تو فورًا معلوم ہو جائیگا کہ اس فرضی قصہ کو قرآن اور احادیث سے کچھ بھی مطابقت نہیں۔ اگر توفی اور رفع کی بحث کو الگ رکھا جائے تو پھر بھی حضرت مسیح کو ابتک زندہ ماننے میں ایک نہایت ہی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قرآن مجید کی اون تمیس آیات (جو مسیح کی وفات پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں) سے یہ بھی ایک آیت ہے جو بڑے زور سے کہتی ہے کہ فی الواقع مسیح مرگیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مسیح اور اوس کی ماں مریم یعنے دونوں کھانا کھاتی تھے۔ اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک محدود زمانہ تک کا ذکر ہے جسکا تعلق صرف دونوں ماں بیٹے کی زندگی ہی کے زمانہ تک تھا نیز مسیح خدا بھی نہیں بلکہ ایک انسان جو دوسرے تمام انسانوں کی طرح کھانے وغیرہ بشری لوازم کا محتاج تھا اب اگر لفظ کانا کی (جو ماضی کا صیغہ ہے) صدقیت پر ایک وسیع نظر ڈالی جاوے تو ضروری ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کا استقبالی زمانہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگر کچھ بھی تعلق ہوتا تو مسیح کو ضرور اس آیت سے مستثنےٰ کیا جاتا۔ بالفرض اگر چند منٹ کے لئے مسیح کو زندہ بھی سمجھ لیا جاوے تو دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا کھانا تو اُن کے فوت ہو جانے کی وجہ سے موقوف ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں کہ ابھی زندہ ہیں اون کا کھانا کس وجہ سے چھوٹ گیا باوجودیکہ قرآن مجید کی آیت وما جعلناہم جسدًا لا یاکلون الطعام۔ اس بات پر نہایت ہی واضح طور پر شاہد ہے کہ ہمنے ایک جسم کو بھی ایسا نہیں بنایا کہ جو کھانا نہ کھاتا ہو کیا مخالفین سے کوئی ہے جو اپنے فرضی مسیح کو آیت مذکورہ بالا کے اثر سے بچا سکے۔ کوئی نہیں۔ ہاں اتنا کہدیں گے کہ آسمان پر جانے کے بعد حضرت مسیح تمام باتوں سے بری کئے گئے ہیں۔ مخالفین کا استدلال یہ ہوگا کہ خدا چونکہ قادر ہے اس لئے تعجب نہیں کہ مسیح کو بشری احتیاج سے بری کر دیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میرا اس پر پورا پورا ایمان اور یقین ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن جس امر کو لن تجد لسنت اللّٰہ تبدیلا اور ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد کے نیچے لاکر اوس کی نفی کر چکا ہو اس کا خلاف کرنا اس کے نزدیک خلاف وعدہ ہے۔ مثال کے طور پر قرآن شریف ہی میں دیکھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ لیکن خدا اپنے قادر ہونے کی وجہ سے اس بات پر بھی قادر ہے کہ اب بھی کوئی آپ جیسا مستقل نبوت کا نبی مبعوث کر دے مگر نہیں کیونکہ وہ اپنے وعدہ کا بہت ہی لحاظ رکھتا ہے۔ اسی لئے تو وہ صادق الوعد کہلاتا ہے کوئی ہے جو اس استدلال کو توڑ سکے کوئی نہیں۔ اگر سوچا جائے تو ہمارے مخالف خدا کو کامل طور پر قادر نہیں مانتے گویا ان کے نزدیک اللہ تعالےٰ مسیح کو اپنی وسیع در وسیع زمین پر بچانے کے لئے نعوذ باللہ قدرت نہیں رکھتا تھا۔ کبھی سُنا جاتا تھا کہ مولوی محمد حسین وغیرہ فرقہ وہابیہ کے لوگ علامۂ زمان شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر میں نے تو ان کے پاس سوائے دشنام دہی اور فتوے بازی کے اور کچھ بھی نہ دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ آجکل کے مولویوں اور پیرزادوں میں ایک بھی ایسا نہیں جو ہر ایک قسم کے تصنع اور مذکورہ بالا اوصاف سے خالی ہو۔

راقم۔ پیرزادوں سے سخت نفرت ہے
ہاں غلام غلام احمد ہوں مسافر۔

نوٹ } میں اپنے اون احمدی بھائیوں سے جو اس ذی صحیفہ کے خریدار ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہر ایک مخالف سے اس کا جواب طلب کریں

(مسافر)

اطلاع } مولوی محمد مبین صاحب [illegible]

میں آ پہنچے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کے احباب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ آپ کے نام کے خطوط وغیرہ براہ راست قادیاں ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ کے پتہ سے بھیجیں ورنہ اون کے خطوط وانہ سے ہو کر دیر سے پہنچینگے۔ اور اس طرح پر وہ اپنے احباب کے خطوط کا جلد جواب دینے کے قابل نہ ہونگے۔ (ایڈیٹر)

الحکم کی اشاعت دس ہزار ہونی بہت ہی سہل ہے

اگر

ہمارے معزز ناظرین اس طرف توجہ کریں الحکم کے ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں ہمنے اپنے محترم مخدوم میر مردان علی صاحب کی اس چٹھی کو شائع کیا تھا جو اونہوں نے الحکم کے متعلق لکھی تھی اور شکرگذاری کے ساتھ الحکم کی سالانہ قیمت دس روپیہ کی بجائے بیس روپیہ سالانہ دینی منظور کی تھی اور ساتھ ہی دو خریدار بھی دئے تھے اب حال ہی میں میر صاحب موصوف نے الحکم کے لئے ایک گرانقدر عطیہ پچاس روپیہ کا بھیجا ہے اور یہ روپیہ وصول ہو چکا ہے اس روپیہ کے ساتھ جو خط [illegible] نے لکھا ہے وہ خاکسار ایڈیٹر کی بہت کچھ ہمت بڑھانے والا ہے ہم اس عطیہ سے میر صاحب موصوف کی طرف سے ان کی علمی اور دینی حیات کے سلسلہ کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ چالیس پرچے الحکم کے صرف ۔۔۔ سالانہ پر ان لوگوں کے نام جاری کئے جاویں گے جو پورا الحکم نہیں خرید سکتے جیسا کہ گذشتہ اعلانوں میں ہمنے ظاہر کیا ہے اور اس طرح پر سے اس عطیہ میں سے ان کی قیمت میں مجرا کیا جاوے گا اور عام کی شرح سے ۲۵ پرچے اون لوگوں کے نام جاری کئے جاویں گے جو خود پرچہ الحکم نہیں لے سکتے اور اُن کی کمی قیمت کے عوض بھی اسی عطیہ سے مجرا ہونگے اور عمر کی شرح سے ایک اخبار اور جاری کر کے جو بقایا عطیہ اس میں شامل کر لیا جاوے گا۔ اس طریق پر گویا میر مردان علی صاحب کی طرف سے ۶۶ درخواستوں کی بیک وقت گنجائش نکل آئی ہے۔ میر صاحب کی یہ سعی اور ہمت عنداللہ نہایت قیمتی اور نتیجہ خیز ہوگی۔ اگر ہمارے ناظرین اخبار میں ایک سو آدمی بھی ایسے باہمت نکل آئیں تو الحکم کی اشاعت دس ہزار کیا بلکہ بیس ہزار ہو جانی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم حیدرآباد دکن کی جماعت سے جن میں قریبًا سب کے سب معززین اور اہل اثر احباب شریک ہیں۔ اخبار الحکم کی اشاعت کے لئے خاص طور پر درخواست کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے کم از کم پانچسو درخواستوں کے بھیجنے کا انتظام کریں اور اگر ہر ایک خریدار الحکم اپنے ذمہ پچاس پچاس خریداروں کا بہم پہنچانا فرض سمجھے تو ایک ہفتہ کے اندر یہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ میر مردان علی صاحب کی یہ امداد بہت ہی گرانقدر اور قابل تقلید ہے۔ لیکن ہم ابھی میر صاحب کے ذاتی رسوخ اور اثر سے الحکم کے جدید خریداروں کی درخواست کی امید نہیں لیتے بلکہ ہم اون سے اون کے ہی پایہ اور مرتبہ کے پچاس خریداروں کی درخواست کرتے ہیں۔ علاوہ ان دو خریداروں کے جو۔۔۔ دس دس روپیہ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ الحکم کی دوسری اشاعت تک ہم اون کے بھیجے ہوئے خریداروں کی فہرست شائع کرنے کے قابل ہو سکیں گے اور اس طرح پر اپنے قابل قدر نمونہ سے احمدی قوم کو اپنے قومی آرگن کی وسعت اشاعت کی طرف عملی طور پر متوجہ کر سکیں گے +

مبارکباد } یہ صفحہ دراصل ۱۲ کی صبح کو شائع ہوا تھا لیکن ۱۰ اکتوبر کا الحکم [illegible] بعض مقامی اور قومی ضرورتوں کی بنا پر کارپردازان [illegible] مصروفیت کی وجہ سے دیر سے شائع ہوا ہے۔ اس لئے [illegible]

۳ - حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود ... سلمہ اللہ الاحد مع الخیر اپنے سسرال سے رخصت ہوکر دارالامان کل پہنچینگے - ہم صدق دل سے حضرت حجتہ اللہ وام المومنین کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں -

۴ - گل محمد خان صیبائی قادیان میں آئے تھے جنکو پہلے سے حضرت حجتہ اللہ نے بذریعہ تار اطلاع دی تھی کہ وہ اکتوبر کا پہلا ہفتہ بوجہ دوسری مصروفیتوں اور اتفاقی مجبوریوں کے اُن کو نہیں دے سکتے تاہم ان کے آنے پر ان کو تین روپیہ کرایہ ان کی درخواست پر دیا گیا - مفصل حالات ان کی آمد کے ہم دوسرے وقت لکھیں گے - انشاء اللہ -

حضرت حکیم الامتہ کے ارشادات

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کے متعلق دو معنے مجھے سمجھ میں آئے ہیں ایک معنے تو امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو لوگ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکالدیتے ہیں - لیکن جب وہ کامیاب ہوجاتا ہے تو اعتراض کرنے والے خود بخود شرمندہ ہوجاتے ہیں - ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرتے تھے - لیکن جب آپ فاتح ہوگئے تو ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ اعتراض ان کی اپنی غلطی تھی -

دوسرے معنے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھائے ہیں وہ یہ ہیں - ذنبک یعنے تیرے قصور کیا مطلب کہ جو بدیاں اہل مکہ نے تجھ سے کی ہیں - اور ہجرت سے پہلے جو ایذائیں اور تکلیفیں دی ہیں وہ ان کا قصور تھا - مگر اللہ نے تیرے سبب سے اہل مکہ کے گناہ بھی بخشدئے کیونکہ وہ مسلمان ہوگئے -

عرب میں دستور ہے کہ غلاموں کی بودی رکھا کرتے تھے اور جب ان کو آزاد کیا جاتا تھا تو اُسے کاٹ دیتے تھے اور بودی کو اطاعت اور فرمانبرداری کا نشان سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے بودی کو قطعاً اڑا دیا کیونکہ وہ حریت کی قدر کرتا ہے اور حریت ہی کو پھیلانا چاہتا ہے -

موسیٰ علیہ السلام جب مدین میں آئے ان کے وہاں کے قیام اور سفر سے مندرجہ ذیل سبق ملتے ہیں اوّل - موسیٰ علیہ السلام نے دعا بھی کی اور دوسری طرف اپنے بچاؤ کی ضروری تدابیر بھی کیں - یعنے اسباب کو بھی ضایع نہیں کیا اور توکل علی اللہ کے پہلو کو بھی نہیں چھوڑا - د[illegible] موسیٰ نے ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر خلق اللہ پر رحم اور شفقت کا نمونہ دکھایا اور محض اللہ تعالےٰ کے لئے نہ کسی مراد کے واسطے - سوئم - انسان کو چاہیے کہ اپنے آرام کی تجاویز سوچے - اور طبیعت کو خراب نہ کرے - موسیٰ علیہ السلام کی طرح جو سایہ میں بیٹھ کر دعا کرتے ہیں - اسی طرح ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی بہتری کے لئے دعائیں کرے - **چہارم** - بجائے اس کے کہ انسان خود سوال کرے خود محنت مزدوری کرکے اپنے کام چلائے اور والدین کی آخری عمر میں ان کی خدمت کرے جیساکہ ان دو لڑکیوں نے کی - پنجم - اگر کوئی تم سے نیکی کرے تو تم اس کا ضرور خیال رکھو اس کے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کرو - اگر نہ دے سکو تو دعا کرو - یہانتک کہ تمکو یقین ہوجاوے کہ حق ادا ہوگیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** - **ششم** - اگر بے مانگے کوئی چیز آجاوے تو اُس کے لینے سے مضائقہ نہ کرے ہاں اگر ہوسکے - تو اس کا بدلہ دیدو یا دعا ہی کردو - **ھفتم** - لڑکی دینے والا اگر خدمت کراوے تو داماد کو کرنی چاہیئے اور اگر لڑکی کا ولی کچھ مانگے تو کوئی حرام نہیں +

انسانی قوے کی تقسیم دو طرح پر ہے - اول - وہ قوے جو انسانی دخل و تصرّف کے نیچے ہیں اور ان سے کام لینا یا نہ لینا انسان کی وسعت میں ہے - اور یہی قوے ہیں جن کے متعلق انسان حضور الٰہی میں جواب دِہ ہے - دوئم - جن قوٰی میں انسانی دخل و تصرّف بالکل نہیں .... ان کے متعلق انسان سے باز پُرس بھی نہیں ہوگی +

بدیوں سے بچنے کے دو سامان ہیں اوّل - اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان اور اس سے دعا - دوئم - جزا سزا پر پورا ایمان

اللہ پر ایمان سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ سبوح - قدوس - حمید مجید ہے - غرض الاسمائے الحسنیٰ کا مالک ہے - اس کا قرب ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو بدکار ہیں - پاک صاف نہیں باکمال نہیں - اس کے مقرب وہی ہیں جو اس کے صفات کے رنگ میں رنگین ہیں

جزا و سزا پر ایمان سے یہ مراد ہے کہ انسان ایک آدمی کے سامنے اپنی بے عزتی نہیں چاہتا - تو جس جگہ ہزاروں اولین اور آخرین جمع ہونگے - وہاں کیوں سزا پالی کے افعال لے کر جاوے -

اسی وجہ سے اہل مکہ ان دونوں امروں پر بحث کیا کرتے تھے اور ان کو ان امور کا جواب دیا گیا -

کانا یأکلان الطعام

میں حضرت اقدس مسیح موعود کی مخالفین کی توجہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی آیت کی طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں - کاش کہ وہ سوچیں اور پھر عقل سلیم سے کام لیں تو امید نیست کہ وہ اصل نتیجہ پر نہ پہنچیں -

بار بار سوچا گیا ہے کہ یہ لوگ کن وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھے ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لغویت کو پھیلانے والا کون تھا - غالباً اس قصہ کی بنا چند تفسیروں پر ہے جو خود بھی ایک دوسری کے مخالف ہیں - اگر تدبّر کیا جائے تو فوراً معلوم ہوجائیگا کہ اس فرضی قصہ کو قرآن اور احادیث سے کچھ بھی مطابقت نہیں - اگر توفی اور رفع کی بحث کو الگ رکھا جائے تو پھر بھی حضرت مسیح کو ابتک زندہ ماننے میں ایک نہایت ہی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا - قرآن مجید کی ان تیس آیات (جو مسیح کی وفات پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں) سے یہ بھی ایک آیت ہے جو بڑے زور سے کہتی ہے کہ فی الواقع مسیح مرگیا ہے - کیونکہ اس آیت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مسیح اور اس کی ماں مریم یعنے دونوں کھانا کھاتی تھے - اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک محدود زمانہ تک کا ذکر ہے جسکا تعلق صرف دونوں ماں بیٹے کی زندگی ہی کے زمانہ تک تھا نیز مسیح خدا بھی نہیں بلکہ ایک انسان جو دوسرے تمام انسانوں کی طرح کھانے وغیرہ بشری لوازم کا محتاج تھا اب اگر لفظ کانا کی (جو ماضی کا صیغہ ہے) حد نسبت پر ایک وسیع نظر ڈالی جاوے تو ضرور ہی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کا استقبالی زمانہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں - اگر کچھ بھی تعلق ہوتا تو مسیح کو ضرور اس آیت سے مستثنےٰ کیا جاتا - بالفرض اگر چند منٹ کے لئے مسیح کو زندہ بھی سمجھ لیا جاوے تو دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا کھانا تو اُس کے فوت ہوجانے کی وجہ سے موقوف ہوگیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں کہ ابھی زندہ ہیں ان کا کھانا کس وجہ سے چھوٹ گیا باوجودیکہ قرآن مجید کی آیت **وما جعلناھم جسداً لا یأکلون الطعام** - اس بات پر نہایت ہی واضح طور پر شاہد ہے کہ ہم نے ایسا نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو - کیا مخالفین میں سے کوئی ہے جو اپنے فرضی مسیح کو آیت مذکورہ بالا کے اثر سے بچا سکے - کوئی نہیں - ہاں اتنا کہدیں گے کہ آسمان پر جانے کے بعد حضرت مسیح تمام باتوں سے بری کئے گئے ہیں - مخالفین کا استدلال یہ ہوگا کہ خدا چونکہ قادر ہے اس لئے تعجب نہیں کہ مسیح کو بشری احتیاج سے بری کردیا ہو - میں کہتا ہوں کہ میرا بھی پورا پورا ایمان اور یقین ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن جس امر کو لن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا اور ان اللہ لا یخلف المیعاد کے نیچے لاکر اس کی نفی کرچکا ہو اس کا خلاف کرنا اس کے نزدیک خلاف وعدہ ہے - مثال کے طور پر قرآن شریف ہی میں دیکھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں - لیکن خدا اپنے قادر ہونے کی وجہ سے اس بات پر بھی قادر ہے کہ اب بھی کوئی آپ جیسا مستقل نبوت کا نبی مبعوث کردے مگر نہیں کیونکہ وہ اپنے وعدہ کا بہت ہی لحاظ رکھتا ہے - اسی لئے تو وہ صادق الوعد کہلاتا ہے کوئی ہے جو اس استدلال کو توڑے کوئی نہیں - اگر سوچا جائے تو ہمارے مخالف خدا کو کامل طور پر قادر نہیں مانتے گویا ان کے نزدیک اللہ تعالےٰ مسیح کو اپنی وسیع در وسیع زمین پر بچانے کے لئے نعوذ باللہ قدرت نہیں رکھتا تھا - کبھی سنا جاتا تھا کہ مولوی محمد حسین وغیرہ فرقہ وہابیہ کے لوگ علامہ زمان شمار کئے جاتے ہیں - مگر میں نے تو ان کے پاس سوائے دشنام دہی اور فتوےٰ بازی کے اور کچھ بھی نہ دیکھا - سچ تو یہ ہے کہ آجکل کے مولویوں اور پیرزادوں میں ایک بھی ایسا نہیں جو ہر ایک قسم کے تصنع اور مذکورہ بالا اوصاف سے خالی ہو -

راقم - پیرزادوں سے سخت نفرت ہے
ہاں غلام غلام احمد ہوں (مسافر) -

نوٹ میں اپنے ان احمدی بھائیوں سے جو اس قومی صحیفہ کے خریدار ہیں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہر ایک مخالف سے اس کا جواب طلب کریں

(مسافر)

اطلاع مولوی محمد یمین صاحب داتہ سے قادیان دارالامان

میں آپہنچے ہیں - مولوی [illegible] صاحب موصوف کے احباب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ آپکے نام کے خطوط وغیرہ براہ راست قادیان ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ کے پتہ سے بھیجیں ورنہ ان کے خطوط داتہ سے ہوکر دیر سے پہنچینگے - اور اس [illegible] پر وہ اپنے احباب کے خطوط کا جلد جواب دینے کے قابل نہ ہونگے - (ایڈیٹر)

الحکم کی اشاعت دس ہزار ہونی بہت ہی سہل ہے

اگر ہمارے معزز ناظرین اس طرف توجہ کریں الحکم کے ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں ہمنے اپنے مخدوم میر مردان علی صاحب کی اس چٹھی کو شایع کیا تھا جو انہوں نے ہم کے متعلق لکھی تھی اور شکرگذاری کے ساتھ الحکم کی سالانہ قیمت [illegible] روپیہ کی بجائے بیس روپیہ سالانہ دینی منظور کی تھی [illegible] اور [illegible] دو خریدار بھی دئے تھے اب حال ہی میں صاحب موصوف نے الحکم کے لئے ایک گرانقدر عطیہ پچاس روپیہ کا بھیجا ہے اور [illegible] وصول ہوچکا ہے اس روپیہ کے ساتھ جو خط آپ نے لکھا ہے [illegible] ایڈیٹر کی بہت کچھ ہمت بڑہانے والا ہے ہم اس کو مِیر [illegible] موصوف کی طرف سے ان کی علمی اور دینی خیرات کے سلسلہ کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ جالیس [illegible] الحکم کے صرف سے روپیہ سالانہ پر ان لوگوں کے نام جاری کئے جاویں گے جو [illegible] الحکم نہیں خرید سکتے جیساکہ گذشتہ اعلانوں میں ہمنے ظاہر کیا ہے اور [illegible] طرح پر [illegible] اس عطیہ میں سے ان کی قیمت میں مجرا کیا جاوے گا [illegible] کی شرح سے [illegible] ان لوگوں کے نام جاری کئے جاویں گے جو [illegible] الحکم نہیں لے سکتے اور ان کی کمی قیمت کے [illegible] بھی اسی عطیہ سے مجرا ہونگے اور [illegible] کی شرح سے ایک اخبار اور جاری [illegible] کے [illegible] عطیہ اس میں شامل کرلیا جاوے گا - اس طریق پر گویا میر مردان علی صاحب کی طرف سے ۲۶ درخواستوں کی تحریک اور گنجائش نکل آئی ہے - میر صاحب کی یہ سعی اور ہمت عند اللہ نہایت قیمتی اور نتیجہ خیز ہوگی - اگر ہمارے ناظرین اخبار میں ایکسو آدمی بھی ایسے باہمت نکل آئیں تو الحکم کی اشاعت دس ہزار کیا بلکہ بیس ہزار ہوجانی کوئی بڑی بات نہیں ہے - ہم حیدرآباد دکن کی جماعت سے جن میں قریباً سب معزز اور اہل اثر احباب شریک ہیں - اخبار الحکم کی اشاعت کے لئے خاص طور پر درخواست کرتے ہیں - اور چاہتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے کم از کم پانسو درخواستوں کے بھیجنے کا انتظام کردیں اور اگر ہر ایک خریدار الحکم اپنے ذمہ پچاس پچاس خریداروں کا بہم پہنچانا فرض سمجھ لے تو ایک ہفتہ کے اندر یہ ہوسکتا ہے - اگرچہ میر مردان علی صاحب کی یہ امداد بہت ہی گرانقدر اور قابل تقلید ہے - لیکن ہم ابھی میر صاحب کے ذاتی رسوخ اور اثر سے الحکم کے جدید خریداروں کی درخواست کو واپس نہیں لیتے بلکہ ہم ان سے ان کے ہی پایہ اور مرتبہ کے پچاس خریداروں کی درخواست کرتے ہیں - علاوہ ان دو خریداروں کے جو ... دس دس روپیہ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ الحکم کی دوسری اشاعت تک ہم ان کے بھیجے ہوئے خریداروں کی فہرست شائع کرنے کے قابل ہوسکیں گے اور اس طرح پر اپنے قابل قدر نمونہ سے احمدی قوم کو اپنے قومی آرگن کی وسعت اشاعت کی طرف عملی طور پر متوجہ کرسکیں گے +

مبارکباد کا صفحہ دراصل ۱۲ - کی صبح کو شائع ہوا تھا لیکن ۱۰ - اکتوبر کا الحکم چونکہ بعض مقامی اور قومی ضرورتوں کی بنا پر کارپردازان مطبع کی مصروفیت کی وجہ سے دیر سے شائع ہوا ہے - اس لئے وہ اسی کا ایک جزو قرار دیا گیا + (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مُبارکباد

اے آمدنت باعث آبادی ما ذکر خیر تو بود زمزمۂ شادی ما

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے اپنی اہل بیت کو لیکر دارالامان
(میں واپسی کی تقریب پر)

ہم دلی مسرت اور انبساط کے ساتھ بحضور حضرت حجۃ اللہ علی الارض جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت ام المومنین علیہا السلام اور جمیع متعلقین حضرت ام المومنین علیہا السلام حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی اس مُبارک تقریب پر کہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مع الخیر اپنے سسرال سے رُخصت ہو کر دارالامان آ پہنچے۔ **احمدی** قوم کی طرف سے **مبارکباد** عرض کرتے ہیں +

(گر قبول افتد زہے عز و شرف)

اس سے پیشتر آپ کی تقریب نکاح سے واپسی پر بھی ہم کو عرض مبارکباد کا موقع ملا تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دوسرا موقعہ بھی نصیب ہوا اور خدا کرے کہ ایسی میمون تقریبیں ہمیں دیکھنی نصیب ہوں آمین۔ یہ تقریب معمولی تقریب نہیں جو ہر روز دُنیا میں ہوتی ہیں اس لئے یہ مبارکباد بھی اس قسم کی مبارکباد کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی بلکہ یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی ان تائیدات کا جو ہمارے سید و مولیٰ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شامل حال ہیں ایک زندہ **نشان** ہے۔ اس لئے احمدی قوم ایسی مُبارک **تقریبوں** پر جسقدر حمد الہٰی کے گیت گائے اور **شکریئے** کے سجدات بجالائے وہ کم ہے کیونکہ یہ **آیات اللہ** کی تلاوت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور اسی نیت اور غرض سے ہم اسکو پیش کرتے ہیں حضرت صاحبزادہ **مرزا بشیر الدین محمود احمد** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق ہیں جو تری نسلاً **بعیداً** کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اسوقت ہمارے امام کو دی تھی جبکہ حضور گوشہ تجرد کی حالت میں تھے اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کو بھی ام المومنین ہونیکا فخر حاصل ... ہوا تھا اس رشتہ کے متعلق کوئی نامہ و پیام بھی نہ تھا۔ پس یہ خدا کا کسقدر عظیم الشان **نشان** ہے کہ تیس برس پہلے ایک واقعہ کی خبر دی اور وہ **پورا** ہوا الحمد للہ علیٰ ذالک +

پھر

حضرت صاحبزادہ **مرزا بشیر الدین محمود احمد** صاحب سلمہ اللہ الاحد خدائے بزرگ و برتر کے نشانوں میں سے بجائے خود ایک خاص **نشان** بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے پہلے خاص طور پر بشیر اوّل کی وفات پر اطلاع دی تھی۔ چنانچہ سبز اشتہار میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ اور یہ پیشگوئی ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء یوم شنبہ کو پوری ہوئی جبکہ حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود کے مشکوئے معلی میں پیدا ہوئے۔ الغرض آپ چونکہ **آیۃ من آیات اللہ** ہیں اس لئے آپکی خوشی کی تمام تقریبیں بجائے خود خدا تعالیٰ کے نشان ہیں اور ان آیات کی تلاوت کے لئے ہی خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے ہم اس مبارکباد کو پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہم اور ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جمیع اہل بیت نے جیسی اس مُبارک **تقریب** کو دیکھا ہے ویسے ہی صاحبزادہ صاحب اور دوسری اولاد کے حق میں **تری نسلاً بعیداً** کا دوسرا رنگ بھی مشاہدہ کریں **آمین** اور اسطرح پر وہ عظیم الشان پیشگوئی بھی پوری ہو جو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے کہ "تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا"

ہم اپنے محترم مخدوم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پروفیسر میڈیکل کالج آگرہ کو بھی پھر مُبارکباد دینے کا موقع پاتے ہیں جنکی دُختر نیک اختر کو اس جوان بخت صاحبزادہ کی زوجیت میں آنیکا فخر حاصل ہوا ہے جس کے مطہر و مقدس باپ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے خاتم الخلفاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ٹھہرایا۔ ہاں اپنا **نائب** اور **خلیفہ** قرار دیا اور مسیح موعود کر کے بھیجا **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد و بارک وسلم** اور بجائے خود صاحبزادہ صاحب **آیۃ من آیات اللہ** ہیں۔ آخر میں ہم پھر صدق دل سے حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدی قوم کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسی تقریبیں خوشیوں کی دکھاتا رہے جو ہمارے امام کی برومندی اور برکت کا موجب ہیں +

۱۱۔ اکتوبر کی شام کو صاحبزادہ صاحب مع الخیر دارالامان پہنچ گئے اس مرتبہ آپ کے ہمراہ ہمارے واجب الاحترام بزرگ میر ناصر نواب صاحب آپ کے ناناجان تھے اور ڈاکٹر صاحب چونکہ آگرہ میں مقیم ہیں اس لئے یہ تقریب رخصت آگرہ سے ہی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک تقریب کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے برکات کا موجب بناوے اور ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذریعہ ٹھہراوے جو حضور کی کثرت نسل اور ذریت کے متعلق ہیں +

آمین

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مُبارکباد

اے آمدنت باعث آبادی ما ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے اپنے اہل بیت کو لیکر دار الامان (میں واپسی کی تقریب پر)

ہم دلی مسرت اور انبساط کے ساتھ بحضور حضرت حجۃ اللہ علی الارض جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت اُم المومنین علیہا السلام اور جمیع متقین حضرت اُم المومنین علیہا السلام حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی اس مُبارک تقریب پر کہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مع الخیر اپنے سُسرال سے رخصت ہو کر دار الامان آپہنچے۔ **احمدی** قوم کی طرف سے مبارکباد عرض کرتے ہیں +

(گر قبول افتد زہے عز و شرف)

اس سے پیشتر آپ کی تقریب نکاح سے واپسی پر بھی ہم کو عرض مبارکباد کا موقع ملا تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دوسرا موقعہ بھی نصیب ہُوا اور خدا کرے کہ ایسی میمون تقریبیں ہمیں ہمیشہ نصیب ہوں آمین۔ یہ تقریب معمولی تقریب نہیں جو ہر روز دُنیا میں ہوتی ہیں اس لئے یہ مبارکباد بھی اس قسم کی مبارکباد کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی بلکہ یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اُس کی ان تائیدات کا جو ہمارے سید و مولیٰ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شامل حال ہیں ایک زندہ **نشان** ہے۔ اس لئے احمدی قوم ایسی مُبارک **تقریبوں** پر جسقدر حمد کے گیت گائے اور **شکریے** کے سجدات بجالائے وہ کم ہے کیونکہ یہ **آیات اللہ** کی تلاوت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور اسی نیت اور غرض سے ہم اسکو پیش کرتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ **مرزا بشیر الدین محمود احمد** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق ہیں جو **تری نسلاً بعیداً** کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اسوقت ہمارے امام کو دی تھی جبکہ حضورؑ ونہ تجرد کی حالت میں تھے اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کو بھی ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہ تھا اس رشتہ کے متعلق کوئی نامہ و پیام بھی نہ تھا پس یہ خدا کا کسقدر عظیم الشان **نشان** ہے کہ تیس برس پہلے ایک واقعہ کی خبر دی اور وہ **پُورا** ہُوا الحمد للہ علیٰ ذالک +

پھر

حضرت صاحبزادہ **مرزا بشیر الدین محمود احمد** صاحب سلمہ اللہ الاحد خدا کے بزرگ و برتر نشانوں میں سے بجائے خود ایک خاص **نشان** بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے پہلے خاص طور پر بشیر اوّل کی وفات پر اطلاع دی تھی۔ چنانچہ سبز اشتہار میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ اور یہ پیشگوئی ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء یوم شنبہ کو پوری ہوئی جبکہ حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود کے مشکوئے معلی میں پیدا ہوئے۔ الغرض آپ چونکہ اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ ہیں اس لئے آپکی خوشی کی تمام تقریبیں بجائے خود خدا تعالیٰ کے نشان ہیں اور ان آیات کی تلاوت کے لئے ہی خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے ہم اس مبارکباد کو پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہم اور ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جمیع اہل بیت نے جیسی اس مُبارک **تقریب** کو دیکھا ہے ویسے ہی صاحبزادہ صاحب اور دوسری اولاد کے حق میں تری نسلاً بعیداً کا دوسرا رنگ بھی مشاہدہ کریں آمین اور اسطرح پر وہ عظیم الشان پیشگوئی بھی پوری ہو جو ۲۱۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے کہ "تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا"

ہم اپنے محترم مخدوم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پروفیسر میڈیکل کالج آگرہ کو بھی پھر مُبارکباد دینے کا موقع پاتے ہیں جنکی دُختر نیک اختر کو اس جوان بخت صاحبزادہ کی زوجیت میں آنیکا فخر حاصل ہُوا ہے جس کے مطہر و مقدس باپ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے خاتم الخلفاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ٹھہرایا۔ ہاں اپنا **نائب** اور **خلیفہ** قرار دیا اور مسیح موعود کر کے بھیجا اللّٰھم صل علیٰ محمد و علےٰ اٰل محمد و بارک وسلم اور بجائے خود صاحبزادہ صاحب اٰیۃ من اٰیات اللہ ہیں۔ آخر میں ہم پھر صدق دل سے حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدی قوم کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسی تقریبیں خوشیوں کی دکھاتا رہے جو ہمارے امام کی سربلندی اور برکت کا موجب ہیں +

۱۱۔ اکتوبر کی شام کو صاحبزادہ صاحب مع الخیر دار الامان پہنچ گئے اس مرتبہ آپ کے ہمراہ ہمارے واجب الاحترام بزرگ میر ناصر نواب صاحب آپ کے ناناجان تھے اور ڈاکٹر صاحب چونکہ آگرہ میں مقیم ہیں اس لئے یہ تقریب رخصت آگرہ سے ہی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک تقریب کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے برکات کا موجب بنادے اور ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذریعہ ٹھہراوے جو حضور کی کثرت نسل اور ذریت کے متعلق ہیں) +

آمین

احقر العباد خاکسار شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم ... تراب احمدی۔ ایڈیٹر ... قادیان ... مطبوعہ انوار احمدیہ ...

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گزشتہ اشاعت سے آگے

میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولوالعزم آدمی کا مرنا بجز اُس حالت خاص کے کہ بہتوں کے بچاؤ کے لیے کسی معقول اور معروف طریق پر مرنا ہی پڑے قوم کے لیے اچھا نہیں بلکہ بڑی مصیبت اور ماتم کی جگہ ہے اور ایسا شخص جسکی ذات سے خلق اللہ کو طرح طرح کا فائدہ پہونچ رہا ہے اگر خودکشی کا ارادہ کرے تو وہ خدا تعالےٰ کا سخت گنہگار ہے اور اُس کا گناہ دوسرے ایسے مجرموں کی نسبت بہت زیادہ ہے پس ہر ایک ایسے کامل کے لیے لازم ہے کہ اپنے لیے جناب الٰہی تعالیٰ سے درازی عمر مانگے تا وہ خلق اللہ کے لیے اُن سارے کاموں کو بخوبی انجام دے سکے جن کے لیے اُس کے دل میں جوش ڈالا گیا ہے ہاں شریر آدمی کا مرنا اُس کے لیے بہتر ہے تا شرارتوں کا ذخیرہ زیادہ نہ ہوتا جائے اور خلق اللہ اُسکے ہر روز کے فتنہ سے تباہ نہ ہو جائے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمام پیغمبروں میں سے قوم کے بچاؤ کے لیے اور الٰہی جلال کے اظہار کی غرض سے معقول طریقوں کے ساتھ اور ضروری حالتوں کے وقت میں کس پیغمبر نے زیادہ تر معرض ہلاکت میں ڈالا اور قوم پر اپنے تئیں فدا کرنا چاہا آیا مسیح یا کسی اور نبی یا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا جواب جس جوش اور روشن دلائل اور قاطع بینات اور تاریخی ثبوت سے میرے سینہ میں بھرا ہوا ہے میں افسوس کے ساتھ اسجگہ اُسکا لکھنا چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ بہت طویل ہے یہ تھوڑا سا مضمون اُسکی برداشت نہیں کر سکتا انشاء اللہ القدیر اگر عمر نے وفا کی تو آئندہ ایک رسالہ مستقلہ اس بارے میں لکھوں گا لیکن بطور مختصر اسجگہ بشارت دیتا ہوں کہ وہ فرد کامل جو قوم پر اور تمام بنی نوع پر اپنے نفس کو فدا کرنے والا ہے وہ ہمارے نبی کریم ہیں یعنی سیدنا و مولانا و وحیدنا و فریدنا احمد المجتبیٰ محمد مصطفیٰ الرسول النبی الامی العربی القرشی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسجگہ سچے اور جھوٹے مذہب کی تفریق کے لیے وہ فرق جو زمین پر موجود ہے یعنی جو باتیں عقل اور کانشنس کے ذریعہ سے فیصلہ ہو سکتی ہیں کسی قدر لکھدیا ہے۔ لیکن جو فرق آسمان کے ذریعہ سے کھلتا ہے وہ بھی ایسا ضروری ہے کہ بجز اس کے حق اور باطل میں امتیاز بیّن نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ سچے مذہب کے کامل پیرو کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ایک خاص تعلقات ہو جاتے ہیں اور وہ کامل پیرو اپنے نبی متبوع کا مظہر اور اُسکے حالات ریحانیہ اور برکات باطنیہ کا ایک نمونہ ہو جاتا ہے۔ اور جسطرح بیٹے کے وجود درمیانی کی وجہ سے پوتا بھی بیٹا ہی کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص زیر سایہ متابعت نبی پرورش یافتہ ہے اُسکے ساتھ بھی وہی لطف اور احسان ہوتا ہے جو نبی کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے نبی کو نشان دکھلائے جاتے ہیں ایسا ہی اُسکی خاص طور پر عزت بڑھانے کے لیے اُسکو بھی نشان ملتے ہیں ایسے لوگ اس دین کی سچائی کے لیے جسکی تائید کے لیے وہ ظہور فرماتے ہیں۔ زندہ نشان ہوتے ہیں خدا تعالےٰ آسمان سے اُنکی تائید کرتا ہے۔ اور بکثرت اُنکی دعائیں قبول فرماتا ہے اور قبولیت کی اطلاع بخشتا ہے اُپر مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں مگر اسلیے نازل نہیں ہوتیں کہ انھیں ہلاک کریں بلکہ اسلیے کہ تا آخر اُنکی خاطر تائید سے قدرت کے نشان ظاہر کیے جائیں وہ بے عزتی کے بعد پھر عزت پا لیتے ہیں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں تا خدا تعالےٰ کے خاص کام اُن میں ظاہر ہوں۔

اسجگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا کا قبول ہونا دو طور سے ہوتا ہے ایک بطور ابتلا اور ایک بطور اصطفا بطور ابتلا تو کبھی کبھی گنہگاروں اور نافرمانوں بلکہ کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے مگر ایسا قبول ہونا حقیقی قبولیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ از قبیل استدراج و امتحان ہوتا ہے لیکن جو بطور اصطفا دعا قبول ہوتی ہے اُسمیں یہ شرط ہے کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو اور چاروں طرف سے برگزیدگی کے انوار و آثار اُسمیں ظاہر ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ حقیقی قبولیت کے طور پر نافرمانوں کی دعا ہرگز نہیں سنتا بلکہ انھیں کی سنتا ہے کہ جو اُسکی نظر میں راستباز اور اُسکے حکم پر چلنے والے ہیں سو ابتلا اور اصطفا کی قبولیت

حاشیہ۔ تازہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ ہر سال سلطنت برطانیہ میں شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے (اور ایک نامہ نگار ایم اے کی تحریر ہے) کہ شراب کی بدولت لندن میں صدہا خودکشی کی واردات ہو جاتی ہیں اور خاص لندن میں شاید منجملہ تیس لاکھ آبادی کے دس ہزار آدمی بے نوش نہ ہونگے۔ وہ سب معروف خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لندن کا کوئی ایسا جلسہ اور سوسائٹی اور محفل نہیں ہے کہ جسمیں سب سے پہلے برانڈی اور شری اور لال شراب کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے اور طرفہ یہ کہ لندن کے بڑے بڑے بشپ اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے مے نوشی میں اوّل نمبر ہوتے ہیں جتنے جلسوں میں بشپ

بقیہ حاشیہ۔ بطفیل مسٹر بشپ صاحب شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہے اُن سب میں ضرور بعض بڑے پادری اور ریورنڈ بھی شامل ہوتے دیکھے لندن میں شراب نوشی کو کسی بڑی معیوب حالت نہیں سمجھا گیا اور یہاں تک شراب نوشی کی علانیہ گرم بازاری ہے کہ میں نے بچشم خود ہنگام سیر لندن اکثر انگریزوں کو بازاروں میں پھرتے دیکھا کہ متوالے ہو رہے ہیں اور ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے۔ علی ہذا القیاس لندن میں عورتیں دیکھی جاتی ہیں کہ ہاتھ میں بوتل ہے پکڑی ہی لڑکھڑاتی چلی جاتی ہیں۔ بیسیوں لوگ شراب سے مدہوش اور متوالے اچھے بھلے بھلے مانس مہذب وضع اور وردی والے نالیوں میں گرے ہوئے دیکھے۔ شراب نوشی کے طفیل اور برکت سے لندن میں اسقدر خودکشی کی وارداتیں واقع ہوتی رہتی ہیں کہ ہر کُجا

بقیہ حاشیہ۔ اُنکی ایک مہلک وبا پڑتی ہے۔ یکم فروری سنہ ۱۹۰۲ء رہبر ہند لاہور

اسی طرح ایک صاحب سلطنت کی عام زناکاری اور قریب ستر ستر ہزار کے ہر سال ولد الزنا پیدا ہونا ذکر کر کے وہ باتیں جو اُنکی لکھی چھپائی کی لکھی ہیں کہ جنکی تفصیل سے قلم رکتا ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یورپ کے اول درجہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اگر دہریہ جمع کیے جائیں تو بلاشبہ وہ زیادہ اُن میں سے بہتر ہوں گے جو مذہب کی پابندی اور خدا تعالیٰ کے اقرار اور جزا و سزا کے اعتقاد سے فارغ ہو بیٹھے ہیں اور یہ مرض دہریت کا دن بدن یورپ میں بڑھتا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دولت برطانیہ کی کشادہ دلی نے اس کی ترقی سے کچھ بھی کراہت نہیں کی یہاں تک کہ بعض پکے دہریہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بھی

ادعیہ میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو استجابت کے طور پر دعا قبول ہوتی ہے اس میں متقی اور خدا دوست ہونا شرط نہیں اور نہ اُسمیں یہ ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ دعا کو قبول کرکے بذریعہ اپنے مکالمہ خاص کے اسکی قبولیت سے اطلاع بھی دیوے اور نہ وہ دعائیں ایسی اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں جن کا قبول ہونا ایک امر عجیب اور خارق عادت متصور ہوسکے لیکن جو دعائیں اصطفا کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں اُنمیں یہ نشان نمایاں ہوتے ہیں

(۱) اول یہ کہ دعا کرنے والا ایک متقی اور راستباز اور کامل فرد ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بذریعہ مکالمات الٰہیہ اُس دعا کی قبولیت سے اسکو اطلاع دیجاتی ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ اکثر وہ دعائیں جو قبول کیجاتی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ کی اور پیچیدہ کاموں کے متعلق ہوتی ہیں جنکی قبولیت سے کھلی کھلی ظاہر ہو کہ یہ انسان کا کام اور تدبیر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص نمونہ قدرت ہے جو خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ ابتلائی دعائیں تو کبھی کبھی شاذ و نادر کے طور پر قبول ہوتی ہیں۔ لیکن اصطفائی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں بسا اوقات صاحب اصطفائی دعا کا ایسی بڑی بڑی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اگر اور شخص اُن میں مبتلا ہو جاتا تو بجز خود کشی کے اور کوئی حیلہ اپنی جان بچانے کے لیے ہرگز اسے نظر نہ آتا چنانچہ ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب کبھی دنیا پرست لوگ جو خدا تعالیٰ سے مہجور و دور ہیں بعض بڑے بڑے ہموم و غموم و امراض و اسقام و بلیات لاینحل میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو آخر وہ باعث ضعف ایمان خدا تعالیٰ سے نا اُمید ہو کر کسی قسم کا زہر کھا لیتے ہیں یا کنوئیں میں گرتے ہیں یا بندوق وغیرہ سے خودکشی کر لیتے ہیں لیکن ایسے نازک وقتوں میں صاحب اصطفا کا بوجہ اپنی قوت ایمانی اور تعلق خاص کے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہایت عجیب مدد دیا جاتا ہے اور عنایت الٰہی ایک عجیب طور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے یہانتک کہ ایک محرم راز کا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ یہ شخص مؤید الٰہی ہے (۵) پانچویں یہ کہ صاحب اصطفائی دعا کا مورد عنایات الٰہیہ کا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اُسکے تمام کاموں میں اُس کا متولی ہو جاتا ہے اور عشق الٰہی کا نور اور مقبولانہ کبریائی کی مستی اور روحانی لذت یابی اور تنعم کے آثار اسکے چہرہ میں نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰۤئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰۤؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْۤ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۝ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ +

+ خبردار ہو یعنی یقیناً سمجھ کہ جو لوگ اللہ جل شانہٗ کے دوست ہیں یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے سچی محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے تو اُن کی یہ نشانیاں ہیں کہ نہ اُنپر خوف مستولی ہوتا ہے کہ کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا فلاں بلا سے کیونکر نجات ہوگی کیونکہ وہ تسلی دیئے جاتے ہیں اور نہ گذشتہ کے متعلق کوئی حزن و اندوہ انہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ صبر دیئے جاتے ہیں دوسری نشانی یہ ہے کہ ایمان لائے (بذریعہ مکالمہ الٰہیہ و رؤیا صالحہ) بشارتیں ملتی رہتی ہیں اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی خدا تعالیٰ کا اُنکی نسبت یہ عہد ہے جو ٹل نہیں سکتا اور یہی پایا درجہ ہے جو اُنہیں حاصل ہوتا ہے یعنی مکالمہ الٰہیہ و رؤیا صالحہ سے خدا تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو جو اس کے ولی ہیں ضرور حصہ ملتا ہے اور اُنکی ولایت کا بھاری نشان یہی ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوں (یہی قانون قدرت اللہ جل شانہٗ کا ہے) کہ جو لوگ ارباب متفرقہ سے منہ پھیر کر اللہ جل شانہٗ کو اپنا رب سمجھ لیں اور کہیں کہ ہمارا تو ایک اللہ ہی رب ہے (یعنی اور کسی کی ربوبیت پر ہماری نظر نہیں) اور پھر آزمائشوں کے وقت میں مستقیم رہیں (ایسے ہی زلزلے آویں، آندھیاں چلیں، تاریکیاں پھیلیں اُن میں قدم تزلزل اور تغیر اور اضطراب پیدا نہ ہو پوری پوری استقامت رکھیں) تو اُنپر فرشتے اُترتے ہیں (یعنی الہام کو رؤیائے صالحہ کے ذریعہ سے انہیں بشارتیں ملتی ہیں) کہ دنیا و آخرت میں ہم تمہارے دوست اور متولی اور متکفل ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمہارے جی چاہینگے وہ سب تمہیں ملے گا یعنی اگر دنیا میں کچھ کدورتیں بھی پیش آویں تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ آخرت میں تمام دکھ دور ہو جائینگے اور سب مرادیں حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آخرت میں جو کچھ انسان کا

بیٹھ گئے اور کچھ دیر باتیں کی گئیں تا محرم لڑکوں کا نوجوان عورتوں کا بوسہ لینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک مستحسن امر قرار دیا گیا ہے۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا ہے کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے جس کو عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم جوان نے بوسہ نہ دیا ہو۔ دنیا پرستی اسقدر ہے کہ آرچ بشپ آف کنٹربری اپنی ایک چٹھی میں (جو میرے نام بھیجی ہے) لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے ایک بھی میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ تمام لوگ سر سے پیر تک دنیا پرستی میں مبتلا نظر آتے ہیں اب ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح کے قربان ہونے کی وہ تاثیریں جو پادری لوگ ہندوستان میں آکر سادہ لوحوں کو سناتے ہیں سراسر پادری صاحبوں کا افترا ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ کفارہ کے مسئلہ کو قبول کرکے حضرات عیسائیوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا ہے وہ یہی ہے کہ شراب خواری بکثرت پھیل گئی خدا تعالیٰ کی عبادت سے منہ پھیرنے کا رنگ ہوتا یہ سب باتیں موقوف ہوگئیں ہاں تہذیب یورپ میں بیشک پائی جاتی ہے یعنی باہم رضامندی کے برخلاف جو گناہ ہیں جیسے سرقہ اور قتل اور زنا بالجبر وغیرہ جیسے ارتکاب سو شاہی قوانین نے بوجہ مصالح ملکی روک رکھا ہے ان کا انسداد بیشک کسی قدر ہو گیا ہے مگر اس انسداد کی یہ وجہ نہیں کہ مسیح کے کفارہ کا اثر ہے بلکہ رعب قوانین اور سوسائٹی کے دباؤ سے یہ اثر ڈالا ہوا ہے اگر یہ موانع درمیان نہ ہوں تو حضرات مسیحیاں سب کچھ کر گذریں اور پھر یہ جرائم بھی تو اور ملکوں کی طرح یورپ میں بھی ہوتے رہتے ہیں انسداد کلی تو نہیں

سنط

اب جاننا چاہیے کہ محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقہ کا درجہ جس کے کسی قدر مختصر طور پر نشان بیان کر چکا ہوں بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا

نقش چاہیے اسکو سے میں کہتا ہوں کہ یہ ہونا ہی ضروری ہے اور اسی بات کا نام نجات ہے ورنہ اگر انسان نجات پا کر بعض چیزوں کو چاہتا رہا اور ان کے غم میں کباب ہوتا اور جلتا رہا مگر وہ چیزیں اسکو نہ ملیں تو پھر نجات کاہے کی ہوئی ایک قسم کا عذاب تو ساتھ ہی رہا۔ پس ضرور ہے کہ جنت یا بہشت یا مکتی خانہ یا سرگ جو نام اُس مقام کا رکھا جائے جو انتہائے سعادت پانے کا گھر ہے وہ ایسا گھر چاہیے کہ انسان کو من کل الوجوہ اُس میں مصفا خوشی حاصل ہو اور کوئی ظاہری یا باطنی رنج کی بات درمیان نہ ہو اور کسی ناکامی کی سوزش دل پر غالب نہ ہو۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ بہشت میں نالائق و نا مناسب باتیں نہیں ہوں گی مگر مقدس دلوں میں اُن کی خواہش بھی پیدا نہ ہوگی بلکہ اُن مقدس اور مطہر دلوں میں جو شیطانی خیالات سے پاک کیے گئے ہیں انسان کی پاک فطرت اور خالق کی پاک مرضی کے موافق پاک خواہشیں پیدا ہوں گی تا انسان اپنی ظاہری اور باطنی اور بدنی اور روحانی سعادت کو پورے پورے طور پر پا لیوے اور ایسے جیسے دنیا کے کامل ظہور سے کامل انسان کہلاوے کیونکہ بہشت میں داخل کرنا انسانی نفس کے مٹا دینے کی غرض سے نہیں جیسا کہ ہمارے مخالف عیسائی اور آریہ خیال کرتے ہیں بلکہ اس غرض سے ہے کہ تا انسانی فطرت کے نقوش ظاہراً و باطناً بطور کامل چمکیں اور سب بے اعتدالیاں دور ہو کر ٹھیک ٹھیک وہ امور جلوہ نما ہو جائیں جو انسان کامل کے لیے بلحاظ ظاہری و باطنی خلقت اسکی کے ضروری ہیں۔

اور پھر فرمایا کہ جب میرے مخصوص بندے (جو برگزیدہ ہیں) میرے بارے میں سوال کریں اور یہ پوچھیں کہ کہاں ہے تو انہیں معلوم ہو کہ میں بہت ہی قریب ہوں اپنے مخلص بندوں کی دعا سنتا ہوں جبھی کہ کوئی مخلص بندہ دعا کرتا ہے (خواہ دل سے یا زبان سے) سن لیتا ہوں (یعنی اس سے قرب ظاہر ہے) مگر چاہیے کہ وہ بھی ایسی حالت بنائے رکھیں جس سے میں انکی دعائیں سن لیا کروں۔ یعنی انسان اپنا حجاب آپ ہو جاتا ہے۔ جب پاک حالت کو چھوڑ کر دور جا پڑتا ہے تب خدا تعالے بھی اُس سے دور ہو جاتا ہے

اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت کے آثار و انوار دکھلانا چاہیے تو یہ اُس کے لیے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔ ایک نہایت صاف طریق امتحان کا یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان صالح کے مقابل پر جو سچا مسلمان اور سچائی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو کوئی دوسرا شخص عیسائی وغیرہ معارض کے طور پر کھڑا ہو اور یہ کہے کہ جس قدر تجھ پر آسمان سے کوئی نشان ظاہر ہوگا یا جس قدر اسرار غیبیہ تجھ پر کھلیں گے یا جو کچھ قبولیت دعاؤں سے تجھے مدد دی جائے گی یا جس طرح سے تیری عزت اور شرف کے اظہار کے لیے کوئی نمونہ قدرت ظاہر کیا جائے گا یا اگر انعامات خاصہ کا بطور پیشگوئی تجھے وعدہ دیا جائے گا یا اگر تیرے کسی موذی مخالف پر کسی تنبیہ کے نزول کی خبر دی جائے گی تو ان سب باتوں میں جو کچھ تجھ سے ظہور میں آ جائے گا اور جو کچھ تو دکھلائے گا وہ میں بھی دکھلاؤں گا تو ایسا معارضہ کسی مخالف سے ہرگز ممکن نہیں اور ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ اُن کے دل شہادت دے رہے ہیں کہ وہ کذاب ہیں انھیں اُس سچے خدا سے کچھ بھی تعلق نہیں کہ جو راستبازوں کا مددگار اور صدیقوں کا دوستدار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کسی قدر بیان کر چکے ہیں وھذا آخر کلامنا والحمد للہ اولا و آخرا و ظاھرا و باطنا ھو مولٰنا نعم المولٰے و نعم الوکیل +

اور چاہیے کہ ایمان اپنا مجھ پر ثابت رکھیں (کیونکہ قوت ایمانی کی برکت سے دعا جلد قبول ہوتی ہے) اگر وہ ایسا کریں تو رشد حاصل کریں گے یعنی ہمیشہ خدائے عزوجل اُنکے ساتھ ہوگا اور کبھی عنایت و رہنمائی الٰہی اُن سے الگ نہیں ہوگی سو استجابت دعا بھی اولیاء اللہ کے لیے ایک بھاری نشان ہے فقط +

ضرورت

خاکسار نے ایک رسالہ جو شاید ۰۰ صفحہ کا ہو جاوے گا لکھا ہے اور ۴۲ صفحہ تک چھپ چکا ہے رسالہ قابل دید ہے قیمت کم چھپائی اور لکھائی اور کاغذ عمدہ اس رسالہ میں دو باب ہیں اور چند فصلیں اول باب مسیح موسوی کی وفات میں اور دوسرا باب نزول مسیح محمدی کے بیان میں اب ایک بحث علاوہ کی اسمار کی ضرورت آ پڑی ہے سو بڑی مہربانی ہوگی جو علماء احمدیہ جنہوں نے باقاعدہ علوم انگلش کیے ہیں وہ اپنی تصانیف کے اسماء سے بہرہ

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

رگوید کا ترجمہ اور آریہ سماج

ماسٹر چندولعل صاحب ایک پُرانے عیسائی ہیں انھوں نے رویو لکھا ہے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ رگوید کا ترجمہ لفظی دیسی زبان میں کر دیا جاوے مگر پنڈت دیانند یا دوسرے بھاشیہ لکھنے والوں کی طرح رگوید کی تفسیر نہ کی جاوے + ماسٹر صاحب کی اس اپیل پر ست دھرم پرچارک کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا ہے اور خود ہی وہ کہتا ہے کہ اس سے بابو صاحب کا مطلب گو عوام کی سمجھ میں نہ آوے تاہم میں سمجھ گیا ہوں انکی مراد شاید یہ ہے کہ بغیر تشریح کے وید کا مطلب سمجھ میں نہ آوے گا اور ہر ایک کو یقین ہو جاوے گا کہ یہ بچوں کی بلبلاہٹ ہے"

ہر چند ماسٹر چندو لال صاحب نے یہ منشا ظاہر نہیں کیا لیکن چونکہ ویدوں کی حقیقت اس حد تک ہے اس لیے منشی رام صاحب کو بمصداق چور کی ڈاڑھی میں تنکا خود ہی یہ خطرہ پیدا ہوا ہے وہ اگلی ڈاڑ اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ قصہ کہانی کی کتابوں کا محض لفظی ترجمہ کافی ہو سکتا ہے لیکن جس کتاب میں سائنس اور فلاسفی کے خزانے بند ہوں اسے عام فہم کرنے کے لیے تفسیر کی ضرورت ہوا کرتی ہے "کیا خوب! وید کی فلاسفی اور سائنس اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ایک عورت جیتے جاگتے خاوند کی موجودگی میں اس کے قابل اولاد نہ ہونے کے باعث دوسرے کو اولاد دے سکتی ہے۔ یا یہ کہ تناسخ کے چکر یا اکر محرمات ابدی کے سلسلہ کو بھی انسان توڑ سکتا ہے اور ہمیشہ کی نجات سے محروم ہے۔ وغیرہ وغیرہ اگر وید کا لفظی ترجمہ نہیں ہو سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے الفاظ میں کوئی قوت اور جذب نہیں رکھتا بلکہ وہ ہماری تفسیر اور تشریح کا محتاج ہے اور ایک معما اور چیستان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حالانکہ مبدء فیض کی کتاب کا عام فہم ہونا ضروری ہے جس میں ایک دہقان اور عقلاء برابر تعلیم پا سکیں مگر یہ فخر صرف قرآن کو ملا ہے اور اسی لیے کہا

لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

پاس بھیجیں اگر کوئی تصنیف ہو۔ خواہ وہ کوئی بھی تصنیف ہو یا عبارت حضرت اقدس امام آخر الزمان علیہ السلام وغیرہ تاکہ رسالہ جلد مکمل ہو

[illegible]

عیسائی مشن ہندوستان میں کیوں ناکامیاب رہا

الہ آباد کے مشہور و معروف اخبار پایونیر میں اس مضمون پر ایک اینگلو انڈین کا مضمون شائع ہوا ہے ہم اس مضمون کو کسی دوسرے وقت انشاء اللہ پورا درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ مضمون نگار عیسائی مشنریوں کی ناکامی کا باعث لکھتے ہوئے مشنریوں کے دعویٰ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے مشنری لوگ انجیل کی عدم قبولیت کا باعث عیسائی یورپین گوروں کی بے اعتدالیاں اور بعض سرکاری عہدہ داروں کا عیسائی اصولوں کے خلاف ہونا بتلاتے ہیں مگر مضمون نگار انکو غلط ٹھیراتا ہے اور کہتا ہے کہ مشنری لوگ جب انگلستان اور امریکہ سے کروڑ ہا روپیہ محض ہندوستان کو عیسائی بنانے کی غرض سے لیکر جب کوئی نتیجہ نہیں دکھلا سکتے تو پادری لوگ اس ناکامیابی کو دوسروں کے سر تھوپ دیتے ہیں حالانکہ یہ **ناکامی اور نامرادی ان کے مذہب کی کمزوری کا باعث ہی کہ ہندوستانی لوگ عیسائی بننے کی ضرورت نہیں سمجھتے** وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ چونکہ ہندوستانی لوگ تعداد میں بے شمار اور تبدیلی کو پسند کرنے والے نہیں اور ساتھ ہی انکی رائے میں عیسائیوں کا معیار اخلاق ان کے معیار سے بڑھ کر نہیں اور نہ عیسائیوں کے مذہبی اصول ہندوستانیوں کے بڑے بڑے مذاہب سے اعلیٰ ہیں اس لیئے ہندوستانی لوگ عیسائیت کی طرف بہت ہی کم رجوع ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اپنے مذہب کی کمزوری دوسروں کے سر تھوپنا آسان ہے لیکن اصلیت پر غور کرنا مشکل ہے + اس مضمون پر نامہ نگار مذکور نے ایک مبسوط آرٹیکل لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبہ کا اثر ہے کہ عیسائی لوگ عیسائی رہ کر خود تسلیم کرنے لگے ہیں کہ عیسائیت کی ناکامی اسکی اپنی کمزوری اور اصولوں کے ناکمل ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ کسر **صلیب کے لیئے اندرونی حربہ ہے**

انگلستان میں عیسائیت کو زوال

اخبار دوست ہند مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء میں مندرجہ ذیل خبر۔ واقعات اور رائے کے کالم میں اس سرخی سے شائع ہوئی جو کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ اسلیئے ہم ناظرین کی آگاہی اور دوافغان کے معزز ایڈیٹر سے جواب طلبی کے لیئے بعینہ درج کرتے ہیں

" ڈیلی نیوز کی طرف سے ۱۸۸۶ء میں مردم شماری ہوئی تھی کہ کتنے لنڈن کے گرجا گھر دن میں عبادت جاتے ہیں۔ ۱۷ سال کے بعد امسال پھر مردم شماری کی گئی ہے نتیجہ مردم شماری کا پادریوں کی شان ہنسی کا ہے۔ ۱۷ سال کے اندر دو لاکھ کے قریب گرجا گھر کو نئے بنے مگر گرجا گھر جانیوالی آبادی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی کمی ہوئی۔ ۵۰ فیصدی تعداد میں کمی ہوئی۔ ۵۰ لاکھ کی آبادی میں ہر کیتھنہ کو ۴۰ لاکھ سے زیادہ لوگ گرجا گھروں میں نہیں جاتے ہیں۔ گھر کا تو یہ حال ہے اور پادری صاحبان تمام دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں" ناظرین مندرجہ بالا خبر کو پڑھکر خود فیصلہ کرلینگے کہ اگر تمام مہذب قومیں یورپ کی نہیں تو کم از کم ابھی تعداد مسئلہ تثلیث وغیرہ سے تنگ ہوکر عیسائی دھرم کا تیاگ کر رہی ہے۔ بیشک اس بات کو تو ہم تسلیم کرنے کے بیچ بے اختیار ہیں کہ آجکل یورپین قوموں کی فیاضی ضرب المثل ہو کر شہرۂ آفاق ہو رہی ہے۔ لیکن کیا دس بیس گرجا گھروں کی تعداد ہی سے اصلی ترقی کا شمار کیا جا سکتا ہے ہمارے خیال میں جتنی مسجدیں اور مندر اور گرجا گھر زیادہ ہوتے جائیں ان سے اصلی ترقی کا اندازہ لگانا محض خام خیالی ہوگی۔ ابھی تھوڑے ہی دن گذرے ہیں کہ دوافغان کے معزز ایڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار مطبوعہ ۲ اگست کے ضمیمہ میں انگلستان کی بائبل سوسائٹی کی رپورٹ سے اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ در اصل انگلستان میں عیسائی مذہب ترقی پر ہے جس کا ترجمہ برائے ملاحظہ ناظرین ہم درج کرتے ہیں تاکہ آپ صاحبان خود اندازہ لگا سکیں

"...... اس بات سے کہ گذشتہ میں مشنری کا کام گھٹ گیا ہے صرف انگلستان میں ہی ایک بڑی بھاری رقم [illegible] روپے کی جو ہو اس کے بائبل کے مقابلہ میں دی گئی تھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عیسیٰ کی بادشاہت دنیا میں کم ہے۔ اور ایک واقعہ جو کہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی گذشتہ سال کی رپورٹ سے ہو گیا ہے اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ صرف اسکی ایک سوسائٹی سے ان پوری بائبل کی جلدوں کی تعداد جو کہ جاری ہوئیں ۸ لاکھ ۶۰ ہزار تھی اور کل تعداد ۵۰ لاکھ جلدیں تھیں۔

اس خبر کو پڑھ کر ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ وہ ترقی کس قسم کی شمار کرتے ہیں۔ میں صرف چند ایک طریق بیان کرکے کہ کسطرح مشنری صاحبان بائبل کو بانٹتے ہیں آپ سے رخصت لونگا۔

(۱) قریباً کل مشن سکولوں میں سنڈے سکول ہوتے ہیں جہاں کہ لڑکوں کو انجیل پڑھا کر انکو بائبل انعام دی جاتی ہیں۔

(۲) تمام جماعتوں میں انجیل کا پڑھنا لازمی ہوتا ہے اور اسلیئے لڑکے نیو ٹیسٹمینٹ خریدنے پر مجبور کیے جاتے ہیں۔ جس سے کہ خاصی تعداد بکجاتی ہے۔

(۳) ریلیجس بک سوسائٹیاں لڑکے جو کہ بچوں کو کامیاب ہوتے ہیں انکو بطور انعام بائبل بانٹتی ہیں ایف اے والوں کو بھی اور انٹرنس والوں کو کچھ پارٹ تقسیم ہوتے ہیں۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ انگریز لوگ انگلستان سے تقسیم کرنے کے لیئے بھیجتے ہیں چنانچہ حال ہی میں گجرات مشن سکول میں تمام استادوں اور تمام طلباء کو تقسیم ہوئی ہیں۔

(۵) پادری صاحبان مفت بانٹتے ہیں اور بعض دکاندار لیکر اسے بھی اپنی دوکان کی چیزیں فروخت کرتے ہیں جس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

(۶) جو نیا عیسائی ہوتا ہے اسکو کئی انجیلیں بخشی جاتی ہیں اور پادری صاحبان کو جب کبھی تحفہ وغیرہ بھیجتے ہیں تو انہیں ہی ٹیسٹمنٹ نذر کرتے ہیں۔

ان طریقوں سے اگر بائبل کی تعداد سے دگنی بھی ہو جائے تو چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ جو چیز مفت ملے اسکو کون انکار کرتا ہے۔ اسلیئے بائبل کی جلدوں کے خرچ سے اپنی ترقی کا اندازہ لگانا نہایت ناسمجھی ہے کیونکہ ایسے فضول خرچ کو دیکھکر کہ کسقدر جلدیں لوگ مفت بھر کر بڑھتے ہیں اور باقی سارا روپیہ کسطرح عیسائی صاحبان اور ان کے دوسرے بھیجے ہوئے آدمیوں کو پھنسانے کے لیئے کام کر رہے ہیں اسکے مقابلہ میں یہ رقم قلیل ہے۔ کئی قسم کے بوجھ اور لالچ کے لیئے اس سے زیادہ روپیہ چاہیئے مفت اخبار جاری کرتے ہیں ہینڈ بل تقسیم کرتے ہیں اشتہارات جلانے کے بعد اب ہم نے اور بھی عیسائی اخبارات سے سوال کرتے ہیں کہ کیا درحقیقت یہ مالی ترقی نہیں ہے؟ کیا در اصل دوست ہند کا نوٹ عیسائیوں کی ترقی کا ایک ٹھیک اندازہ نہیں بتا رہا۔ اخیر میں میری یہی پرارتھنا ہے کہ دیالو پرماتما دیا کا اکھ بڑھا کر ان تمام گمراہ ہوے ہوؤں کو اپنے فضل سے ...... راہ راست پر لا دیں تاکہ وہ بھی

کیا ہندوستان ۴۵ لاکھ روپیہ سالانہ مسیحی مذہب کی اشاعت پر صرف کرتا ہے؟

تعلیمی اور مذہبی معاملات میں گورنمنٹ کی آزاد پالیسی حکام کے اعلیٰ خیالات کا نقشہ پبلک کے روبرو پیش کر رہی ہے۔ ملک میں اسقدر امن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکام اہل ملک کے مذہبی معاملات میں دست اندازی نہیں کرتے۔ جو فساد کبھی کبھی ہندو اور مسلمانوں میں مذہب کے نام سے ہوتے ہیں ان کی بنیاد بعض بیرجوش حاکم خود ہوا کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے حکام کو مذہبی معاملات میں دست اندازی نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ملکہ معظمہ مرحومہ نے جو اشتہار ۱۸۵۸ء میں شائع کیا تھا اُسمیں مندرجہ ذیل فقرے موجود ہیں۔ جو کہ اُس خیال کی اچھی طرح شہادت دیتے ہیں۔ "جو لوگ ہمارے زیر فرمان حاکم ہیں اُن کو تاکیداً حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری رعایا میں سے کسی کے مذہبی خیالات اور عبادات میں دست اندازی کرنے سے باز رہیں اور اسکو ہماری بڑی خوشی کا موجب سمجھیں۔"

مذکورہ بالا فقرہ شاہی اعلان میں موجود ہوتے ہوئے بھی کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہندوستانی رعایا کو پادریوں کو جو کہ ہندوستان میں عیسائی مذہب کو پھیلاتے ہیں تنخواہ دینی پڑتی ہے اور جب وہ برطرف ہوتے ہیں اُنکو پنشن دینی پڑتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں کیا یہ سخت ناانصافی نہیں ہے کہ ہندو مسلمان سکھ پارسی جین وغیرہ ان اعلیٰ درجہ کے یورپین پیشواؤں کے لیے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور کیے جائیں جو کہ اُن کے مذہبی عقائد کے خلاف اصول پھیلاتے ہیں اور جن کے اصول ہندوستانیوں کے قائدہ میں اسقدر اختلاف رکھتے ہیں جس قدر کہ مسٹر دادا بھائی لارڈ جارج ہملٹن سے؟

اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے

ہندوستان میں بہت ہی کم آدمی موجود ہیں جو کہ اس روپیہ کی تعداد سے جو کہ عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے ہندوستان سے لیجاتا ہے واقف ہوں۔ انڈین اکلیزیاسٹیکل اسٹیبلشمنٹ کی ایک سرکاری سنہ ۱۸۱۴ء بنیاد پڑی تھی اُس وقت سے رعایا نے ہندوستان برابر پادریوں کی تنخواہ کی ایک ایک پائی ادا کر رہی ہے۔ ہم ذیل میں نقشہ جس سے کہ مختلف اضلاع کے بشپوں کی تنخواہ تاریخ تقرر اور مقام ظاہر ہوگا درج کرتے ہیں۔

مقام	تاریخ تقرر	تنخواہ
بشپ کلکتہ	۱۸۱۴ء	سہ ہزار ۸ سو ۳۳ روپیہ
” مدراس	۱۸۳۵ء	۲ ” ایکسو ۳۱ ”
” بمبئی	۱۸۳۷ء	ایضاً ایضاً
” کلمبو	۱۸۴۵ء	ایک ہزار روپیہ
” رنگون	۱۸۷۷ء	ایضاً ایضاً
” لاہور	۱۸۷۷ء	ایضاً ایضاً
” ٹراونکور	۱۸۷۹ء	ایضاً ایضاً
” چھوٹا ناگپور	۱۸۹۰ء	ایضاً ایضاً
” ناگپور		ایضاً ایضاً
” لکھنؤ	۱۸۸۹ء	ایضاً ایضاً
” دہلی	۱۸۹۳ء	ایضاً ایضاً
” کوچین	۱۸۹۶ء	ایضاً ایضاً
	۱۸۹۹ء	
ایک کیتھولک بشپ	۱۸۳۴ء	ایک ہزار تین سو روپیہ
بشپ	۱۸۹۶ء	ایک ہزار روپیہ
بشپ یا لنکا		

مندرجہ بالا فہرست میں صرف بشپ بتلائے گئے ہیں اب اور عہدوں کے اخراجات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۰ - ارکڈیکن فی کس ماہوار ۸ سو روپیہ کل ... ۸ ہزار روپیہ
۲۴ - ” ” ” ” ... ۳ ہزار ۸ سو ”
۳۰ - چپلین ” ” ۸ ” ... ۸ سو ”
۲۵ - ” (بغرض حصول تجربہ) فی کس ۴ سو روپیہ کل ... ۱۰ ہزار ”
۴۰ - ادنیٰ چپلین میدان جنگ میں فی کس ۵ سو روپیہ کل ... ۲۰ ہزار ”
۵۰ - اعلیٰ چپلین بغرض ہسپتال فی کس ۸ سو روپیہ کل ... ۴۰ ہزار ”
کرولی اسٹیبلشمنٹ ... ... ۳۰ ” ”
آفس ... ... ” ” ”
دیسی گرجا ... ... ۵ ” ”
سفر خرچ ... ... ۴ ہزار روپیہ
اخراجات خاص ... ... ۲ ” ”
مختلف ... ... ” ” ”

اخراجات کی تفصیل یہاں پر ختم نہیں ہو جاتی اسمیں ابھی پنشنیں اور دیگر سیکڑوں اخراجات شامل کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ کل رقم کم و بیش ۴۵ لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔

اب یہ معاملہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ عیسائی پادری ہندو اور مسلمانوں کے مذاہب کے خلاف اصول وعظ کرتے ہیں لیکن تنخواہ پنشنیں وغیرہ کل اخراجات انھیں ہندو اور مسلمانوں کے سر پڑتی ہیں جنکی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ کیا کوئی شخص موجود ہے کہ جو دنیا میں اس عجیب انتظام کی نظیر پیش کر سکے؟ اگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا تو عیسائی لوگ کیا خیال کرتے یعنی اگر انکو ہندو پجاری اور مسلمان ملانوں کے لیے جو کہ ہندو و مسلمان ملازمین سرکار کو ایڈیفیکیشن (وعظ) کرنے کی غرض سے ملازم رکھے جاتے روپیہ دینا پڑتا؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ متوسط درجہ کے انگریزوں کے لیے یہ دینی محکمہ بھی روٹی کمانے کا اچھا ذریعہ ہے۔ متوسط درجہ کے انگریزوں کی اولاد ہندوستان میں جسطرح سپاہی اور سویلین بنکر داخل ہوتے ہیں اسی طرح غریب ہندوستانیوں کی گاڑھی کمائی کے ذریعہ عیسائی پادری بھی بنائے جاتے ہیں۔ اب انھوں نے مثل دیگر محکموں کے ملازمین کے کم قیمت روپیہ کا عذر پیش کرکے ترقی تنخواہ کا غل مچانا شروع کر دیا ہے۔

ہندوستان میں اگر ایک گورے سپاہی کی تنخواہ بہت ہی زیادہ ہے تو ہمکو اُس کا معاوضہ کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے کیونکہ وہ ملک کے بیرونی حملوں سے حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح اگر سویلین اور دیگر حکام شاہی تنخواہیں پاتے ہیں وے بھی کم و بیش ملک کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن ان پادریوں کا ہندوستان میں کیا کام ہے؟ جو لوگ دینی محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ ان لوگوں کے لیے جو کہ ان کا بار برداشت کیے ہوئے ہیں ذرہ بھر بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے اصول اور رعایا کے اصولوں میں بعد قطبین کا فرق ہے۔ پھر کیا وہ ان گورے سپاہیوں اور سویلینوں کے لیے مفید ہیں جن کے نام سے کہ ظاہرا وہ رکھے جاتے ہیں؟

ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ اگرچہ ۱۸۱۴ء